زیر نظر رسالہ غیر مقلد ابوالاسجد صدیق رضا اور ابوجابر دامانوی نے مل کر جو اہل حق کے عظیم مفتی شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ پر مسئلہ تداوی بالمحرم کے سلسلے میں الزام لگایا ہے اس کا ایک تحقیقی جواب ہے نیز اس میں ان غیر مقلدین کو اپنے گریبان میں جھانک کر اپنے مذہب پر غور و فکر کی دعوت بھی دی گئی ہے

- اہل حق سے غیر مقلدین کو چڑ کیوں؟ اس کا جواب
- مجتہد اور غیر مجتہد کا مقام اور وظیفہ کار کیا ہے؟
- غیر مقلدین کے متضاد فتاویٰ کی چند مثالیں
- فروعی اختلاف اور اس کی حیثیت
- فروعی اختلاف کو مذموم اور برا سمجھنا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دشمنی ہے
- کیا موجودہ غیر مقلدین اپنے قدیم اکابر علماء کو گمراہ سمجھتے ہیں؟ جی ہاں
- فرقہ غیر مقلدیت نے امت کو درجنوں اختلافات مذمومہ میں مبتلا کیا ہے
- جنت کے قافلے کتنے اور کون کون سے ہیں

مفتیانِ اہلِ حق پر اعتراض کرنیوالے

غیر مقلدین کا

اصلی چہرہ

ان کی اپنی تحریرات کے آئینے میں

مرتب

حضرۃ مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب

رئیس دار الافتاء جامعہ خلفاء راشدین

مدنی کالونی گریکس ماڑی پور کراچی

تلمیذ رشید

حضرت اقدس مفتی اعظم

حضرۃ مولانا مفتی رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ

خلیفہ مجاز

حضرت اقدس عارف باللہ شاہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

نزد صابری مسجد گلستان کالونی کراچی فون: 2520385، 2529008، 0300-2140865

مفتیان اہل حق پر اعتراض کرنیوالے غیر مقلدین کا

اصلی چہرہ

ان کی اپنی تحریرات کے آئینے میں

مرتب

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب

تلمیذ رشید

حضرت اقدس مفتی اعظم رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

حضرت اقدس عارف باللہ شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

مکتبۃ البخاری

فون: 2529008 2520385

واحد تقسیم کنندہ

عبدالواحد قادری

مکتبہ البخاری گلستان کالونی، نزد صابری مسجد، کراچی

موبائل: 0300-2140865، فون: 2520385

ملنے کے پتے

- جامعہ خلفائے راشدین ﷺ، گریکس ماڑی پور روڈ، کراچی
- مکتبہ عمرؓ فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی
- اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن، کراچی
- نور محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی
- مکتبہ علیؓ ومعاویہؓ سعید آباد، کراچی
- علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی
- کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی
- مکتبہ انفال توحیدی مسجد چاکیواڑہ کراچی
- ادارۃ الحرم 17 اردو بازار لاہور
- مکتبہ شہید الاسلام، ادارہ عمرؓ فاروق مرکزی جامع مسجد اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم :

اہل حق کے اکابر مفتیان کرام زید مجدہم پر بلاوجہ کیچڑ اچھالا جائے اور ان کے وفادار اصاغر خاموش رہیں یہ ناممکن ہے۔ ہماری تمام تر صلاحیتیں مسلک حق یعنی اہل السنۃ والجماعۃ اور اس پر عمل پیرا حضرات کی خدمت کے لئے وقف ہیں۔

زیرِ نظر رسالہ ”بنام“ بھی اسی خدمت کا ایک ادنی سا حصہ ہے۔ رسالہ میں پہلے معترضین کا اصلی چہرہ ان کی معتبر کتب کے حوالے سے دکھایا گیا تاکہ عوام الناس کے لئے فیصلے میں دشواری نہ ہو اور بآسانی اس حقیقت تک رسائی ہو جائے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا ہر پھول اصلی اور خوشبودار ہے جبکہ معترضین کے پاس صرف کاغذی پھول ہیں جو دور سے دکھانے کے تو ہیں لیکن خوشبو سے محرومی کے سبب قریب کرنے اور بطور نمونہ پیش کرنے کے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ چودہ صدیوں میں کوئی ایک غیر مقلد ایسا نہیں گزرا جس نے قرآن وحدیث کے مطابق عقائد اور مسائل لکھے ہوں ورنہ یہ لوگ کم از کم ہر صدی میں ایک ایک غیر مقلد مصنف اور اس کی تصنیف کا نام بتاتے لیکن قیامت آجائے گی یہ کسی ایک کا نام بھی نہیں بتائیں گے۔

دوسرے نمبر پر ان کے بے جا اعتراض کو لے کر اصل حقیقت کی مختصر وضاحت پیش کی گئی ہے، جو بحمد اللہ تعالی طالب حق کے لئے کافی شافی ہے۔

نیز پیش لفظ کے عنوان سے ایک مبسوط مقدمہ لکھا گیا ہے تاکہ ان لائق ہوں کی اہل حق سے

ناراضی کی بنیادی وجوہ بھی سامنے آجائیں۔ان شاءاللہ تعالی یہ مقدمہ احباب کے لئے بصیرت آموز اور قیمتی سرمایہ ثابت ہوگا..................وما علینا الا البلاغ

(حضرت مولانا مفتی) احمد ممتاز (دامت برکاتہم)

رئیس ومفتی جامعہ خلفائے راشدین ؓ

۸رمحرم الحرام ۱۴۲۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیشِ لفظ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد:

قارئین کرام! غیر مقلدین (نام نہاد اہلحدیث) کی فقہ سے ناراضگی، شدت اور گمراہی کا سبب دو غلطیاں ہیں، جن میں ان کا ضدی اور ہٹ دھرم طبقہ دیدہ دانستہ مبتلا ہے اور مخلص طبقہ ان ضدی اور غالی لوگوں کے فریب اور دھوکے کا شکار ہے۔

اگر ان غلطیوں سے یہ لوگ تائب ہو جائیں تو اللہ تعالی کے دوستوں اور پیاروں حضرات ائمہ مجتہدین وماہرین قرآن وحدیث رحمہم اللہ تعالی کے بغض وکینہ اور مخالفت سے محفوظ ہو جائیں اور "من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب"، یعنی جس نے میرے پیارے دوست سے دشمنی کی اس سے میری (اللہ تعالی کی) طرف سے اعلان جنگ ہے، کی شدید وعید سے بچ جائیں گے۔ہم مختصراً ان دونوں غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کا مدلل بطلان قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنا چاہیں گے۔

شاید کے اتر جائے کسی دل میں میری بات

غلطی نمبر ۱:

چونکہ مجتہدین معصوم نہیں اس لیے ہم ان کی تقلید نہیں کرتے بلکہ تحقیق کر کے ان کے صحیح اور غلط اجتہادات کو جانچتے ہیں تا کہ غلط کو غلط اور صحیح کو صحیح کہا جائے۔

غلطی نمبر۲:

ہر اختلاف مذموم اور برا ہے خواہ وہ اصول اور عقائد کا اختلاف ہو یا فروع و اعمال کا یا سنت و بدعت کا چونکہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ میں بھی فروعی مسائل میں اختلاف ہے۔ اسوجہ سے ہم غیر مقلدین ان ائمہ سے بھی ناراض ہیں۔

غلطی نمبر ۱ کا بطلان :

نام نہاد اہلحدیث میں یہ غلطی ان کے بڑے بھائی منکرین حدیث سے آئی ہے انہوں نے انکار حدیث کے لیے آسان اور کامیاب بہانہ یہ تلاش کیا ہے چونکہ محدثین معصوم نہیں اس لیے ہم تحقیق کر کے ان کی غلطی کو غلط اور صحیح کو صحیح کہنا چاہتے ہیں غیر مقلدین نے بعینہ یہی بات ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ سے متعلق کہنا شروع کیا کہ یہ معصوم نہیں لہذا انہیں پرکھنے کا حق دیا جائے

قارئین کرام! اتنی بات تو صحیح اور یقینی ہے کہ حضرات ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ معصوم نہیں لیکن یہ بات ادھوری ہے جیسے حضرات ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ معصوم نہیں غیر مقلدین بھی تو معصوم نہیں مگر یہاں بات معصوم اور غیر معصوم کی نہیں بات اہل اور نااہل کی ہے کہ کون تحقیق کا اہل ہے اور کون نہیں جیسے محدثین اپنے فن میں اہل ہیں اور منکرین حدیث (نام نہاد اہل قرآن) نااہل ہیں خواہ اپنی جماعت میں کتنے بڑے مصنف ہوں جیسے محمد اسلم جیراج پوری سابق اہل حدیث غلام احمد سابق اہل حدیث لیکن محدثین کے سامنے فن حدیث میں نااہل ہیں ان کی باتوں کو تحقیق نہیں کہا جائے گا بلکہ نااہل کی منازعت کہا جائے گا جو شرعاً گناہ کبیرہ ہے اسی طرح ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ اور غیر مقلد میں یہ فرق نہیں کہ مجتہدین غیر معصوم ہیں اور غیر مقلدین معصوم ہیں بلکہ فرق یہ ہے کہ وہ لوگ باجماع امت اہل اجتہاد سے ہیں اور یہ لوگ باجماع امت نااہل ہیں اس لیے ان نااہلوں کا حضرات مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ سے الجھنا نااہل کی منازعت ہے۔ آپ ﷺ جب بیعت لیتے تو اس میں یہ عہد بھی لیتے "ان لا ننازع الأمر اهله" کہ ہم اہل امر سے منازعت (جھگڑا اور اختلاف) نہیں کریں گے۔ تعجب ہے کہ حدیث

جس کو منازعت اور بے جا اختلاف قرار دے یہ لوگ اس کا نام تحقیق رکھیں۔

الحاصل مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی مخالفت کا نام تحقیق نہیں بلکہ نااہل کی منازعت ہے۔

کیا نااہل کو تحقیق و استنباط کی اجازت ہے؟

نااہل کا معاملہ مجتہد کے معاملہ سے بالکل برعکس ہے مجتہد جو کہ اہل ہے سے خطا بھی ہو جائے تو بھی اسے اجر ملتا ہے اور نااہل جیسے غیر مقلدین صحیح بات بھی پالے تو بھی اسے اجر کی بجائے گناہ ہوگا آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں :

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی ﷺ قال : اتقوا الحديث عنى الا ما علمتم فمن كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار و من قال فى القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار (الترمذی ۲/ ۱۲۳)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : مجھ سے صرف وہی باتیں نقل کیا کرو جو تمہیں یقینی طور پر معلوم ہوں، اس لئے کہ جس نے قصداً میری طرف جھوٹی بات منسوب کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا، اور جو قرآن کریم میں اپنی رآئے چلائے گا اس نے بھی اپنے لئے ٹھکانہ جہنم میں بنالیا ہے۔"

اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا :

عن جندب بن عبدالله ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : من قال فى القرآن برأيه فاصاب فقد أخطأ (الترمذی ۲/ ۱۲۳)

یعنی جس نے قرآن میں اپنی رائے لگائی اور درست بات بھی پالی تو بھی وہ گناہ گار ہوگا

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ مجتہد ہر اجتہاد میں اجر پاتا ہے اگر اس کا اجتہاد درست نکلا تو دو اجر کا مستحق ہے ایک اجر اجتہاد کا دوسرا اصابت کا اور اگر اجتہاد خطا نکلا تو بھی ایک اجر اجتہاد کا ملے گا ہاں جو نااہل ہو اس کو اجتہاد سے حکم کرنا کسی حال میں جائز نہیں بلکہ وہ گناہ گار ہے اس کا حکم نافذ بھی نہ ہوگا اگرچہ اس کا حکم حق کے موافق ہو یا مخالف کیونکہ اس کا حق کو پالینا

محض اتفاقی ہے کسی اصل شرعی پر مبنی نہیں پس وہ تمام احکام میں گناہ گار ہے حق کے موافق ہو یا مخالف اور اس کے نکالے ہوئے تمام احکام مردود ہیں اس کا کوئی عذر شرعاً مقبول نہیں (شرح نووی علی ہامش صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۶)

افسوس ہے کہ منکرین حدیث اور غیر مقلدین نے اس گناہ کبیرہ جس کا ٹھکانہ دوزخ کے سوا کہیں نہیں، کا نام تحقیق رکھا ہوا ہے۔ اور اس کو عمل بالقرآن اور عمل بالحدیث کہتے ہیں۔

اندھی تقلید کیا ہے؟

نام نہاد اہل حدیث کہتے ہیں کہ حضرات ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید اندھی تقلید ہے، لہٰذا اسے چھوڑیے اور ہمارے ساتھ مل جائیے۔ قارئین کرام! ان نااہل، نام نہاد اہل حدیث کی جہالت کی انتہاء دیکھیے! انہیں تو اندھی تقلید کا معنی تک نہیں آتا۔ اندھی تقلید اس کو کہتے ہیں کہ اندھا اندھے کے پیچھے چلے، تو لازماً دونوں کسی کھائی میں گر جائیں گے۔ اگر اندھا کسی آنکھوں والے کے پیچھے چلے، تو آنکھ والا اپنی آنکھ کی برکت سے اپنے آپ کو بھی اور اس اندھے کو بھی ہر کھائی سے بچا کر لے جائے گا اور منزل تک پہنچا دے گا۔ حضرات ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ معاذ اللہ اندھے نہیں، عارف اور بصیر ہیں۔ البتہ اندھی تقلید کے شکار وہ لوگ ہیں جو خود بھی اندھے ہیں اور ان کے پیشوا بھی اجتہاد کی آنکھ سے محروم ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

عن عبداللہ بن عمرو قال: قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعه من العباد، و لکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤوسا جهالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا و أضلوا (المشکوۃ ۱/۳۳)

جو جاہل کو دینی پیشوا بنائے تو وہ جاہل خود بھی گمراہ ہوگا اور اپنے ماننے والے کو بھی گمراہ کرے گا۔

یہ اندھی تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پیغمبر معصوم ﷺ اور مجتہد ماجور رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق پر عمل

کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور فتنوں سے محفوظ فرمائیں۔

تحقیق اور استنباط نااہل کا کام کیوں نہیں....!

قارئین کرام! تحقیق نااہل کا مقام نہیں۔ کیونکہ اس میں جب تک تین باتوں کی تحقیق مکمل نہ ہو جائے اسے تحقیق نہیں کہا جا سکتا۔ وہ تین باتیں جن کی تحقیق ضروری ہے، یہ ہیں۔

(۱) ''دلیل'' مثلاً حدیث جس سے حکم ثابت کیا جاتا ہے، وہ خود ثابت اور صحیح ہو۔

(۲) ''اس دلیل'' مثلاً حدیث سے جو سمجھا جاتا ہے، وہی مراد رسول ﷺ ہو۔ وہ معنی اور مطلب، مراد رسول ﷺ کے خلاف نہ ہو۔

(۳) اگر اس دلیل و حدیث کے معارض کوئی اور حدیث ہو تو اس تعارض اور اختلاف کو رفع کیا جائے۔ حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ساری عمر پہلی بات کی تحقیق میں صرف فرمادی ہے، مراد رسول ﷺ کو سمجھنے کو اور رفع تعارض کو مجتہدین کے حوالے کر دیا ہے۔ البتہ مجتہدین کی تحقیق کامل ہوتی ہے۔ وہ ثبوت، دلالت یعنی مراد رسول ﷺ اور رفع تعارض تینوں کی پوری پوری تحقیق کرتے ہیں اسی لیے ان آخری دو باتوں میں خود حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ بھی حضرات مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی تقلید کا نتیجہ ہے کہ حضرات محدثین علیہم الرحمۃ کا ذکر چار ہی قسموں کی کتابوں میں ملتا ہے۔ (۱) طبقات حنفیہ (۲) طبقات مالکیہ (۳) طبقات شافعیہ (۴) طبقات حنابلہ۔ طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب محدثین کے حالات میں آج تک کسی مسلم مورخ و محدث نے نہیں لکھی۔

قارئین عظام! چونکہ ان تین باتوں کی تحقیق اہل فن اور ماہر کتاب و سنت ہی کا کام ہے، نہ کہ نااہل کا۔ نااہل میں یہ صلاحیت اور استعداد ہی نہیں کہ ان تین باتوں سے متعلق کچھ کر سکے جبکہ ان کے بغیر تحقیق نامکمل ہی رہتی ہے۔

نااہل کا مقام مجتہد کی تقلید ہے نہ کہ ان پر اعتراض...!

چونکہ نااہل نہ تو خود تحقیق و استنباط کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کے لئے تحقیق کرنا جائز ہے اس

لئے اس پر واجب اور ضروری ہے کہ مسائل اجتہادیہ میں مجتہد اور ماہر شریعت کی تقلید کرے۔ مجتہد کا اعلان ہے کہ ہم پہلے مسئلہ قرآن پاک سے لیتے ہیں، وہاں نہ ملے تو سنت سے، وہاں نہ ملے تو اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم، اگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہو جائے تو جس طرف حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہوں، اسے لیتے ہیں۔ اگر یہاں بھی نہ ملے تو اجتہادی قاعدوں سے مسئلہ کا حکم تلاش کر لیتے ہیں۔ جس حساب دان ہر نئے سوال کا جواب حساب کے قواعد کی مدد سے معلوم کر لیتا ہے اور وہ جواب اس کی ذاتی رائے نہیں ہوتا، بلکہ فن حساب کا ہی جواب ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب حساب دان کے سامنے سوال آئے گا تو وہ خود حساب کے قاعدوں سے سوال کا جواب نکال لے گا اور جس کو حساب کے قاعدے نہیں آتے وہ حساب دان سے جواب پوچھ لے گا۔ اسی طرح مسائل اجتہادیہ میں کتاب و سنت پر عمل کرنے کے بھی دو ہی طریقے ہیں۔ جو شخص خود مجتہد ہوگا وہ خود قواعد اجتہادیہ سے مسئلہ تلاش کر کے کتاب و سنت پر عمل کرے گا اور غیر مجتہد یہ سمجھ کر کہ میں خود کتاب و سنت سے مسئلہ استنباط کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا اس لئے کتاب و سنت کے ماہر مجتہد سے پوچھ لوں، کہ اس میں کتاب و سنت کا کیا حکم ہے؟ اس طرح عمل کرنے کو تقلید کہتے ہیں اور مقلد ان مسائل کو مجتہد کی ذاتی رائے سمجھ کر عمل نہیں کرتا، بلکہ یہ سمجھ کر کہ مجتہد نے ہمیں مراد خدائے تعالیٰ اور مراد رسول ﷺ سے آگاہ کیا ہے۔

نا اہل کن مسائل میں مجتہد کی تقلید کرے گا؟

قارئین کرام! مسائل اجتہادیہ میں نا اہل یعنی غیر مجتہد، مجتہد کی تقلید کرے گا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ تقلید صرف مسائل اجتہادیہ ہی میں کی جاتی ہے اور حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جس کو نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد حدیث مشہور فرماتے ہیں) اجتہاد اور اس کے مقام کے تعین کے لئے کافی دلیل ہے، کہ جو مسئلہ صراحۃً کتاب و سنت میں نہ ہو تو اس کا حکم رائے اور اجتہاد کے اصولوں سے کتاب و سنت سے مجتہد اخذ کرے گا۔

نا اہل کو تحقیق کا حق نہیں۔ اس کی دلیل کیا ہے؟

قارئین کرام! جس طرح دنیا میں ہر فن میں اس کی بات مانی جاتی ہے جو اس فن میں کامل مہارت رکھتا ہو، نہ کہ فن سے ناآشنا کی۔ مثلاً ہیرے جواہرات کے بارے میں ماہر جوہری کی تحقیق مانی جائے گی، نہ کہ کسی موچی کی۔ سونے کے بارے میں کسی ماہر سنار کی تحقیق مانی جائے گی نہ کہ کسی لوہار کی۔ قانون میں تحقیقی بات ماہر قانون دان کی ہوگی نہ کہ کسی مداری کی۔ اسی طرح دین میں بھی دین کے ماہرین کی بات تحقیقی مانی جائے گی۔ ان ہی کے مستنبط اور نکالے ہوئے مسائل کو قبول کیا جائے گا نہ کہ ہر کندۂ ناتراش اور نادان کی بات کا اعتبار ہوگا۔

دلیل:

جس اللہ تعالیٰ نے تحقیق کا حکم دیا ہے اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی واضح طور پر فرما دی ہے کہ تحقیق کا حق کس کس کو ہے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشاد سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ تحقیق کا حق صرف دو ہستیوں کو ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں اور دوسری ہستی مجتہد کی ہے۔ ان دو کے علاوہ سب نا اہل ہیں جن کو تحقیق کا حق نہیں۔

آیت کریمہ:

و اذا جاء هم أمر من الأمن أو الخوف اذاعوا به و لو ردوه الى الرسول و الى أولى الأمر منكم لعلمه الذين يستنبطونه منهم و لولا فضل الله عليكم و رحمته لاتبعتم الشيطان الا قليلا (النساء ۸۳)

''اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف، تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس کو رسول ﷺ کے اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کرلیا کرتے ہیں اور اگر تم لوگوں پر خدا کا فضل اور رحمت نہ ہوتا تو تم سب کے سب شیطان کے پیرو ہو جاتے بجز تھوڑے سے آدمیوں کے''

آیت کریمہ کی مختصر تشریح:

مفسر قرآن حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : یعنی ان منافقوں اور کم سمجھ مسلمانوں کی ایک خرابی یہ ہے جب کوئی بات امن کی پیش آتی ہے (مثلاً حضرت رسول اکرم ﷺ کا کسی کا صلح کا قصد فرمانا یا لشکر اسلام کے فتح کی خبر سننا) یا کوئی خبر خوفناک سن لیتے ہیں (جیسے دشمنوں کا کہیں جمع ہونا یا مسلمانوں کی شکست کی خبر آنا) تو ان کو بلا تحقیق کئے یہ مشہور کر دیتے ہیں اور اس میں اکثر فساد و نقصان مسلمانوں کو پیش آجاتا ہے، منافق ضرر رسانی کی غرض سے اور کم سمجھ مسلمان کم فہمی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں، کہیں سے کچھ خبر آئے تو چاہیے کہ اول پہنچائیں سردار تک اور اس کے نائبوں تک، جب وہ اس خبر تحقیق اور تسلیم کر لیویں تو ان کے کہنے کے موافق اس کو کہیں نقل کریں اور اس پر عمل کریں۔

طرز استدلال :

اس آیت کریمہ میں تحقیق کا حق پہلے نمبر پر حضرت رسول اکرم ﷺ کو دیا گیا ہے اور آپ ﷺ کے بعد اہل استنباط کو۔ جن کو اصطلاح میں مجتہدین کہتے ہیں۔

استنباط کا معنی :

استنباط کا معنی ہے کہ اللہ تعالی نے جو پانی زمین کی تہ میں پیدا کر کے عوام کی نظر سے چھپا رکھا ہے، اس پانی کو کنواں وغیرہ بنا کر نکال لینا۔

قارئین کرام ! قرآن کریم کی یہ حد درجہ کی بلاغت ہے کہ اجتہاد اور فقہ کو لفظ استنباط کہکر ایسی عام فہم مثال سے اجتہاد اور فقہ کو سمجھایا جس سے ہر شخص آسانی سے اجتہاد اور فقہ کی حقیقت سمجھ سکتا ہے۔

قارئین عظام ! اجتہاد اور فقہ کی حقیقت تین امور پر مشتمل ہے۔

(۱) فقہ، اسلامی زندگی کے لئے بے حد ضروری ہے اس کے بغیر اسلامی زندگی نامکمل اور مردہ ہے۔

(۲) اجتہاد اور فقہ کسی شخص کی ذاتی خواہش کا نام نہیں، بلکہ قرآن وحدیث کے (اندر اللہ

تعالی اور رسول اکرم ﷺ کے) ان مسائل کا نام ہے جن تک عوام کی رسائی ممکن نہیں۔

(۳) اجتہاد اور فقہ جدید مسائل گھڑنے کا نام نہیں۔ بلکہ روز اول سے جو مسائل قرآن کریم کی آیات اور احادیث مبارکہ میں ہیں، ان کے بیان کرنے کا نام ہے۔

مثال اور ممثل لہ میں مطابقت :

قارئین کرام لفظ استنباط سے مثال دے کر "امر اول" اس طرح سمجھا دیا کہ انسانی زندگی کے لئے جتنا پانی ضروری ہے کہ اس کے بغیر نہ تو وضو ہو سکتا ہے نہ غسل، نہ کپڑے صاف ہو سکتے ہیں اور نہ کھانا پکایا جا سکتا ہے، اسی طرح اسلامی زندگی کے لئے فقہ ضروری ہے۔ عبادات ہوں یا معاملات، اقتصادیات ہوں یا سیاسیات، حدود ہوں یا تعزیرات۔ غرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں فقہ کی رہنمائی ضروری نہ ہو۔

"امر ثانی" اس طرح سمجھا دیا کہ جس طرح زمین کی تہ میں جو پانی ہے وہ اللہ تعالی ہی کا پیدا کیا ہوا ہے نہ کہ اس انسان کا جس نے کنواں کھود کر اس کو نکال لیا ہے۔ جب بھی کوئی آدمی کسی کنویں کا پانی پیتا ہے تو اس عقیدے سے پیتا ہے کہ اس پانی کا ایک ایک قطرہ اللہ تعالی ہی کا پیدا کیا ہوا ہے نہ کہ مستری اور کھودنے والے کا۔ مستری نے اپنی محنت اور اوزاروں کی مدد سے صرف اس کو ظاہر کر دیا تا کہ خلق خدا مستفید ہوں۔ اسی طرح فقہ اور اجتہاد و استنباط کسی شخص کی ذاتی خواہش کا نام نہیں بلکہ مجتہد کا دین کے باریک مسائل کو اصول فقہ کی مدد سے عوام کے سامنے ظاہر کرنے کا نام ہے تا کہ قرآن وحدیث کے ان مسائل پر عوام کے لئے عمل کرنا آسان ہو، یہی وجہ ہے کہ اصول فقہ میں ہر مجتہد کا ایک ہی اعلان ہوتا ہے "القیاس مظهر لا مثبت" کہ ہم قیاس کی مدد سے کتاب وسنت کی تہ میں پوشیدہ مسائل کو صرف ظاہر کرتے ہیں، حاشا وکلا ہم ہرگز کوئی مسئلہ اپنی ذات سے گھڑ کر کتاب وسنت کے ذمہ نہیں لگاتے۔

"امر ثالث" اس طرح سمجھا دیا کہ جس طرح اللہ تعالی نے جب زمین پیدا فرمائی اس

دن سے یہ پانی اس کی تہ میں پیدا فرما دیا، البتہ اس کا نکالنا ضرورت کے مطابق ہوتا رہا، کسی علاقہ میں کنویں چار ہزار سال پہلے بن گئے، کسی ملک میں چار ہزار سال بعد۔ لیکن جہاں بھی پانی نکالا گیا وہ اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کردہ تھا، کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ جن علاقوں میں پہلے پانی نکل آیا وہ تو اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ تھا اور جن علاقوں میں بعد میں کنویں بنائے گئے وہ بعد میں کسی انسان کا پیدا کردہ پانی تھا۔ اسی طرح پہلی صدی میں حضرات فقہاء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو اجتہادات فرمائے انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ اور حضرت رسول اکرم ﷺ کے ہی مسائل بیان فرمائے اور دوسری صدی میں ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ نے جو اجتہادات فرمائے وہ بھی کتاب وسنت کے مسائل کا بیان اور تفصیل تھی، فرق صرف اس قدر رہا کہ صحابہ کرام ﷺ کی مبارک زندگیوں کا اکثر حصہ جہاد میں گزرا، اس لیے ان نفوس قدسیہ کو اس کی مکمل تدوین کا موقع نہیں ملا، یہ سعادت حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی قسمت میں تھی کہ کتاب وسنت کے ظاہر اور پوشیدہ مسائل کو پوری تشریح اور تفصیل کے ساتھ نہایت آسان اور عام فہم ترتیب سے مدون فرمایا تاکہ قیامت تک مسلمانوں کو کتاب وسنت پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

قارئین کرام :

حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے ناموں سے مشہور فقہی مسائل کو ان کی ذاتی خواہش اور نوزائیدہ کہہ کر رد کرنا اور ان مسائل فقہیہ پر عمل کرنے والوں کو مشرک کہنا ایسی احمقانہ بات ہے جیسے کہ ایک شخص نے کنواں بنا لیا ہزاروں لوگ اس سے پانی پی رہے ہیں وضوء، غسل کر کے نماز پڑھ رہے ہیں، کھانا پکا رہے ہیں، اب کوئی احمق شور مچا دے کہ اس کنویں کا تعارفی نام "چوہدری نواب دین" کا کنواں ہے اس لیے جو اس میں پانی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ پانی چوہدری نواب دین کا پیدا کیا ہوا ہے، چوہدری نواب دین اللہ تعالیٰ کا شریک بنا بیٹھا ہے جو لوگ اس کنواں سے پانی پیتے ہیں وہ مشرک ہیں، نہ ان کا وضوء صحیح ہے نہ غسل، نہ نماز درست ہے نہ روزہ، تو کیا کوئی عقل مند آدمی اس احمق کی ان خرافات پر کان دھرے گا؟

غیر مقلدین کا حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے مقلدین کے ساتھ بعینہ وہی سلوک ہے جو سلوک اس احمق کا جناب چوہدری نواب دین اور اس کے بنائے ہوئے کنویں سے پانی لینے والوں سے ہے حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت کے مسائل کو ظاہر کر دیا اور کنویں کی شکل دے دی ان کے مقلدین ان مسائل کے مطابق نماز، روزہ، حج اور زکوۃ میں مصروف ہو گئے ہمارے نام نہاد اہل حدیث دوست ان کے پیچھے پڑ گئے کبھی کہتے ہیں کہ یہ پانی اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا نہیں ورنہ اس کے ہر ہر قطرے پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا دکھاؤ، کبھی کہتے ہیں ساری عمر ایک ہی کنویں کے پانی سے وضوء کرنا یہ تو تقلید شخصی ہے اور یہ شرک ہے، ہر نمازی کا فرض ہے کہ فجر کی نماز کا وضوء اپنے گھر کے کنویں سے کرے ظہر کا وضوء دوسرے ضلع کے کنویں سے عصر کا وضوء کسی اور صوبے کے کنویں سے مغرب کا کسی اور اور عشاء کا کسی اور علاقہ کے کنویں سے کرے اگر سب نمازوں کے لیے وضوء ایک ہی کنویں کے پانی سے کرے گا تو گویا اس نے تقلید شخصی کی اور یہ شرک ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کہتے ہیں، کہ جب ہم کنویں کے محتاج ہیں، تو جس کنویں کا پانی آسانی سے دستیاب ہو جائے ساری عمر اسی ایک کنویں کا پانی پینا، وضوء، غسل کرنا، کھانا پکانا بالکل درست ہے اس کو شرک کہہ کر تمام مسلمانوں کو مشرک بنانا دین کی کوئی خدمت نہیں۔

مذکورہ آیہ کریمہ امور جہادیہ کے ساتھ خاص ہے یا امور اجتہادیہ اور قیاس کو بھی شامل ہے؟

قارئین کرام! آیت کریمہ کو امور جہادیہ کے ساتھ خاص سمجھنا غلط ہے حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسے عام رکھا ہے۔ مفسر عظیم امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

دلت هذه الاية على ان القياس حجة في الشرع : وذلك لأن قوله (الذين يستنبطونه منهم) صفة لأولي الأمر وقد اوجب الله تعالى على الذين يجيئهم امر من الأمن او الخوف ان يرجعوا في معرفته اليهم ، ولا يخلوا اما ان يرجعوا اليهم في معرفته هذه الوقائع مع حصول النص فيها او لا مع حصول النص فيها، والأول باطل ،لأن على هذا

التقدير لا يبقى الاستنباط لأن من روى النص فى واقعة لا يقال : أنه استنبط الحكم فثبت ان الله امر المكلف برد الواقعة الى من يستنبط الحكم فيها ولو لا أن الاستنباط حجة لما امر المكلف بذلك فثبنا أن الاستنباط حجة والقياس اما استنباط او داخل فيه فوجب أن يكون حجة أذا ثبت هذا فنقول: الأية دالة على امور احدها أن فى احكام الحوادثم ما لا يعرف بالنص بل بالاستنباط وثانيها أن الأستنباط حجة وثالثها أن العامى يجب عليه تقليد العلماء فى احكام الحوادث ورابعها : أن النبى ﷺ كان مكلفا باستنباط الأحكام لأنه تعالى امر بالرد الى الرسول والى اولى الأمر (تفسير الكبير ۱۵۳/۴)

ترجمہ: یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ قیاس شرعی حجتوں میں سے ایک حجت شرعیہ ہے وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد (الذین یستنبطونہ منھم) ''اولی الامر'' کی صفت واقع ہے تحقیق اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جن کے پاس کئی امن کا معاملہ یا خوف کی کوئی بات پیش آئے اولی الامر کی طرف (اس معاملہ کی تحقیق کے بارے میں) رجوع کا حکم دیا اور اہل معرفت کی طرف رجوع خالی نہیں یا تو اس واقع میں نص موجود ہوگی یا نہیں، بصورت اول باطل (یعنی اس واقع کی معرفت میں رجوع جس میں نص موجود ہے) اس لئے کہ اس صورت میں استنباط باقی نہیں رہے گا کیونکہ جس سے کسی واقع میں نص مروی ہو تو اس کی بابت یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے حکم مستنبط کیا پس ثابت ہو گیا کہ اہل تعالیٰ نے مکلفین کو (تحقیق حال کے لئے) پیش آمدہ واقعہ کو اہل استنباط پر رد کرنے کا حکم دیا، اگر استنباط حجت شرعیہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ مکلف کو اس رد کا حکم نہ دیتے پس ثابت ہو گیا کہ استنباط حجت ہے اور قیاس یا تو (خود نفس) استنباط ہوگا یا استنباط کے تحت داخل ہوگا (بہر صورت) اس کا حجت ہونا ثابت ہو گیا جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ درج ذیل امور پر دلالت کر رہی ہے۔

(۱) کہ بعض احکام وہ ہیں جو نص سے نہیں پہچانے جائیں گے بلکہ استنباط سے ثابت کیے جائیں گے۔

(۲) کہ استنباط حجت شرعیہ ہے۔ (۳) کہ عام لوگوں پر احکام حوادث میں علماء کی تقلید واجب ہے۔ (۴) کہ آپ ﷺ احکام کو استنباط سے ثابت کرنے کے مکلف تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (پیش آمدہ واقعہ میں تحقیق کے لیے) رسول ﷺ اور اہل اجتہاد کی طرف رجوع کا حکم دیا۔

سوال:

مندرجہ بالا آیت میں (فضل ورحمت) سے کیا مراد ہے؟

کیا کسی ایک مفسر نے یہ کہا ہو کہ اس سے مراد لوگوں کا امور اجتہادیہ میں حضرت رسول اکرم ﷺ اور حضرات مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے؟ اگر ہے تو حوالہ پیش کریں۔

جواب: جی ہاں حضرت علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

والمراد من الفضل و الرحمة شىء واحد اى ولو لا فضله سبحانه عليكم ورحمته بارشادكم الى سبيل الرشاد الذى هو الرد الى الرسول والى اولى الامر (روح المعانى ۹۵/۳)

ترجمہ: فضل اور رحمت سے ایک شی مراد یعنی اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہوتا بایں طور کہ ہدایت کے راستے کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کرتا، وہ ہدایت کا راستہ جس میں رسول ﷺ اور حضرات مجتہدین کی طرف رد اور رجوع ہوتا ہے (یعنی امور اجتہادیہ میں)

مقام رسول ﷺ:

رسول اللہ ﷺ دین میں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں گھڑتے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں اور صرف پہنچاتے ہی نہیں سکھاتے بھی ہیں۔ ان کی حیثیت معلم کی بھی ہے، وہ اپنے قول وفعل اور تقریر سے اس پیغام کی تشریح کرتے ہیں، وہ صرف مبلغ اور معلم ہی نہیں مبیّن بھی ہیں، اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں اس کی وحی کی تشریح کرتے ہیں، وہ قاضی اور حکم بھی ہیں کہ احکام الٰہیہ کو نافذ کرتے ہیں، ان کی پوری زندگی وحی کے مطابق ڈھلی ہونے کی وجہ سے پوری کائنات کے لئے اسوۂ حسنہ ہے، وہ دین کے ہر فیصلے میں معصوم ہیں، یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور مہربانی تھی کہ

اپنی پاک وحی کی تشریح اپنی نگرانی میں معصوم پیغمبر ﷺ سے کرادی تاکہ بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام سمجھنے اور عمل کرنے میں کسی پریشانی کا سامنا نہ ہو وہ حقوق بندگی پورے اطمینان کے ساتھ ادا کر سکیں۔ لیکن شیطان جو اولاد آدم کو گمراہ کرنے کی قسم کھا آیا تھا اس نے کتنے ہی لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لیا کہ اللہ اور بندوں کے درمیان رسول کا واسطہ یقیناً ہے، لیکن اتنا جتنا ڈاکیہ اور چٹھی رساں کا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کا پہچانا اس کا کام ہے اور سمجھنا ہمارا اپنا کام ہے۔ وہ لوگ دین کے نام پر لوگوں کو بے دین کرنے لگے اور شیطان کے پیچھے لگ کر یوں کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ مخلوق ہیں اگر ان کے کلام کو بھی مان لیا تو گویا مخلوق کو اللہ کے برابر مان لیا اور یہ شرک ہے چنانچہ پیغمبر پاک ﷺ سے منہ موڑ کر اپنی ذہنی سطح کے موافق اور اپنی خواہشات نفسانی کے موافق ایک نیا اسلام گھڑ لیا اس نئے اسلام کو اللہ خالق کا اسلام اور اصلی اسلام کو رسول کا گھڑا ہوا اسلام قرار دیا اور اپنا نام اہل قرآن رکھ لیا وہ لوگ اپنی ہر خواہش کو قرآن کا نام دیتے ہیں جن کا انگریز کے دور سے پہلے کوئی ترجمہ قرآن نہیں وہ قرآن کے مالک بن بیٹھے اور پوری امت کو رسول سمیت منکر قرآن قرار دیا بھولے بھالے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں یہ غلط ہے کہ اہل قرآن نیا فرقہ ہے بلکہ جب سے قرآن ہے اسی وقت سے اہل قرآن ہیں کبھی کہتے ہیں کہ جب قرآن سچا تو اہل قرآن سچے تم قرآن کو سچا مان کر اہل قرآن کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے۔ پہلے (معاذ اللہ) قرآن کو جھوٹا کہو پھر اہل قرآن کو جھوٹا کہہ لینا جب اہل قرآن کی خرافات جسے وہ قرآن کے نام سے پیش کرتے ہیں غلط ثابت کیا جاتا ہے تو فوراً یہ کہہ کر جان چھڑا جاتے ہیں ہم اس کو نہیں مانتے ہم صرف قرآن کو مانتے ہیں اگر آج کے اہل قرآن کو ماننا ضروری ہوتا تو رسول پاک ﷺ کو ہی مان لیتے ان کو کیوں چھوڑتے، اس طرح وہ شیطانی خرافات پھیلاتے بھی ہیں اور جان بھی بچاتے ہیں قرآن پاک نے خود اس طرز کو اتباع شیطان قرار دیا ہے نہ کہ اتباع قرآن۔

مجتہد کا مقام:

مجتہد شریعت دان اور ماہر شریعت ہوتا ہے اور اس مہارت کی وجہ سے قرآن کریم اور

احادیث مبارکہ کے وہ گہرے اور مخفی مسائل جو ابتداء سے ان میں موجود ہیں اور ہر کس و ناکس کا ذہن وہاں تک نہیں پہنچتا کو ظاہر کرنے والا ہوتا ہے شریعت ساز نہیں ہوتا مجتہد اگرچہ معصوم نہیں ہوتا لیکن مطعون بھی نہیں ہوتا کہ اس کے اجتہاد پر کوئی طعن کرے کیونکہ وہ اپنے ہر ہر اجتہاد میں ماجور ہوتا ہے اگر وہ صواب کو پالے تو دو اجر کا مستحق ہے ورنہ ایک کا (کما فی حدیث البخاری) یہ مقام امت میں مجتہد کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں کہ اس کی خطاء پر اجر کا وعدہ ہو۔

الحاصل: یہی دو ہستیاں (رسول اللہ ﷺ اور مجتہد) دین میں تحقیق، تشریح اور تفصیل کی حق دار ہیں اور دین کی پہرے دار ہیں، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور مہربانی ہے کہ تحقیق اور اجتہاد کا بوجھ ہم جیسوں ضعیفوں کے کندھوں پر نہیں ڈالا بلکہ مجتہدین کی تحقیق پر عمل کرنے کا حکم دے کر ایک طرف دین کو نااہلوں کی تحریف سے بچالیا دوسری طرف ہمیں اطمینان ہے کہ مجتہد کی رہنمائی میں کیا ہوا عمل یقیناً اللہ تعالیٰ کے دربار میں مقبول ہے اور ایک اجر کا بھی پکا یقین ہے اور دوسرے اجر کی اس کی رحمت واسعہ سے امید ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی کی بھی بعض لوگوں نے قدر نہ کی اور مجتہدین سے بغاوت کر کے اپنی کم فہمی اور کج فہمی سے دین کی نئی نئی تشریحات شروع کر دیں، مجتہد کے بارے میں اللہ اور رسول ﷺ نے یہی بتایا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا مسئلہ ہی بتاتا ہے لیکن ان حضرات نے اس کے خلاف یہ پروپگنڈہ شروع کر دیا کہ مجتہد اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے خلاف مسئلے بتاتے ہیں۔ مجتہد کی تقلید شرک فی الرسالہ ہے تمام حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مشرک ہیں۔ ائمہ کرام نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے ہیں۔ ائمہ مجتہدین کو چھوڑ کر اپنی اپنی حدیث نفس کا اتباع شروع کر دیا اور نام اہل حدیث رکھ دیا اور اپنے بھائیوں کی طرح کہنے لگے کہ اہل حدیث نیا فرقہ نہیں جب سے حدیث ہے اس وقت سے اہل حدیث ہیں۔

نااہل کا مقام:

نااہل چونکہ کتاب وسنت کی تحقیق کا اہل نہیں ہوتا اس لئے اس کا مقام، اہل کی تقلید کرنا ہے،

نہ کہ دین کی غلط تشریح کرنا۔

رسول اللہ ﷺ سے کسی سائل نے قیامت کے بارے میں سوال کیا، فرمایا: جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کر۔ سائل نے عرض کیا: حضرت! امانت کس طرح ضائع ہوتی ہے؟ فرمایا: جب کوئی امر، نااہلوں کے سپرد کردیا جائے تو قیامت کا انتظار کر (بخاری ۱۴۸۱)

آپ ﷺ نے کس عالمگیر حقیقت کا انکشاف فرمایا ہے اِنتایئے....! کیا جب ڈاکٹری نسخے وکیل لکھنا شروع کردیں تو ڈاکٹری پر قیامت نہ آئیگی؟ جب سونے کی جانچ سناروں کی بجائے کمہار کرنے لگیں تو قیامت نہیں آجائیگی؟ اسی طرح جب دین کی تشریحات نااہل کریں گے تو کیا دین پر قیامت نہ آئے گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ دین کا علم (کتاب وسنت کے الفاظ) نہیں اٹھایا جائے گا (بلکہ الفاظ کتاب وسنت بھی رہیں گے) مگر اس کے علماء اٹھالئے جائیں گے، یہاں تک کہ کوئی باقی نہ رہے گا تو لوگ ناواقفوں کو اپنا دینی پیشوا بنالیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے (صحیح بخاری)

دین کے اصل علماء، مجتہدین ہی ہوتے ہیں، بعد کے علماء ناقل ہیں۔ جو نااہل ہوکر خود اجتہادی پر اتر آتے ہیں وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اگرچہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس گمراہی کا نام خوبصورت سا رکھ لیا جائے، جیسے انکارِ حدیث کی گمراہی کا نام "اہل قرآن" رکھ لیا گیا۔ صرف نام بدلنے سے حقیقت تو نہیں بدلتی۔ کیا تحریف القرآن کا نام "تفہیم القرآن" رکھنے سے حقیقت بدل گئی؟ تبرا بازی کا نام "تنقید صالح" رکھنے سے حقیقت بدل گئی؟ نہیں ....ہرگز نہیں....۔ جس طرح اہل قرآن ہر فاسق وفاجر کو قرآن کے سمجھنے سمجھانے کا حق دیتے ہیں مگر نبی معصوم ﷺ سے یہ حق چھیننا چاہتے ہیں، اسی طرح اہل حدیث ہر فاسق وفاجر، ہر جاہل، کندہ ناتراش کو اجتہاد کا حق دیتے ہیں مگر ائمہ مجتہدین جن کا مجتہد ہونا دلیل شرعی یعنی اجماع امت سے ثابت ہے اور وہ یقیناً اپنے ہر فیصلے میں ماجور ہیں، ان سے یہ حق چھیننا چاہتے ہیں۔ اہل قرآن واہل حدیث کا ایک ہی

مشن ہے کہ لوگ نبی معصوم اور مجتہد ماجور کو چھوڑ کر جاہلوں کو اپنا دینی پیشوا بنالیں، جو خود بھی گمراہ ہوں اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں۔

غلطی نمبر ۲ کا بُطلان:

قارئین کرام: ہر قسم کے اختلاف کو ضلالت وگمراہی اور حق وباطل کا اختلاف کہنا بذات خود بہت بڑی گمراہی ہے اور متعدد باطل نظریات کا پیش خیمہ ہے ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

اقسام اختلاف:

اختلاف کی تین قسمیں ہیں ۱۔ دین میں اختلاف، اس کو اسلام اور کفر کا اختلاف بھی کہتے ہیں ۲۔ سنت اور بدعت کا اختلاف، یعنی ایک جانب اہل سنت والجماعت ہوتے ہیں اور دوسری جانب اہل بدعت والھواء ہوتے ہیں ۳۔ اجتہادی اختلاف، یعنی ایک مجتہد فروعی مسائل میں سے ایک مسئلے کا جو حکم بتاتا ہے دوسرا مجتہد اس کے خلاف بتاتا ہے۔

اختلاف کی پہلی قسم کی تفصیل:

دین میں اختلاف یہ اسلام اور کفر کا اختلاف ہے تمام ضروریات دین کو ماننا ایمان اور اسلام ہے اور کسی ایک امر ضروری کا انکار یا تاویل باطل کرنا کفر ہے۔

مثال: عقیدہ ختمِ نبوت ضروریاتِ دین میں سے ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ میں آپ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتا تو وہ انکار کی وجہ سے کافر ہے اور اگر کوئی کہے کہ میں خاتم النبیین تو مانتا ہوں لیکن خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں، بلکہ اس کا معنی ہے "نبی گر" یعنی آپ ﷺ مہریں لگا لگا کرنئے نبی بنایا کرتے تھے تو یہ بھی کافر ہے تاویل باطل کی وجہ سے۔

ضروریاتِ دین کا مطلب:

ضروریات دین وہ امور دینیہ ہیں جو ایسی نص اور دلیل سے ثابت ہو جس کا ثبوت اور معنی پر دلالت دونوں قطعی اور یقینی ہوں اور ان امور کا دین میں سے ہونا ہر اس شخص کو معلوم ہو جس کا تھوڑا بہت

دین سے تعلق ہو۔

تنبیہ:

ضروریات دین میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے ان میں اختلاف صرف ضدی اور معاند وہٹ دھرم ہی کرسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وھدیناہ النجدین (البلد) اور ہم نے انسان کو دونوں راستے بتلائے ہیں یعنی جنت کا راستہ جس کو دین اسلام کہا جاتا ہے اور جہنم کا راستہ جس کو کفر کہا جاتا ہے دونوں اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں۔

قارئین کرام: غور کر کے فیصلہ کیجیے جب بتانے والے اللہ تعالیٰ ہیں تو پھر کس منہ سے ہم کہیں گے کہ ہیں جنت وجہنم کے راستہ کا پتہ نہیں چلتا کیا اللہ تعالیٰ سے بہتر وضاحت اور کھول کر بیان کرنے والا کوئی اور ہوسکتا ہے؟

برادران محترم: ہمارا امتحان اس میں نہیں لیا جارہا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت وجہنم کے راستوں کو مخفی اور گول مول بیان کر کے ہمیں چکر میں ڈال دیا ہو کہ کوشش اور ریاضت سے معلوم کرتے رہو جس کو معلوم ہوجائے وہ کامیاب، ورنہ ناکام۔ بلکہ ہمارا امتحان اس میں لیا جارہا ہے کہ ہم نے صاف صاف کھول کر جنت کا راستہ بھی بتایا ہے اور جہنم کا بھی، اب تیرا امتحان ہے کہ تو کس راستہ پر چلتا ہے جو جنت کے راستے یعنی دین اسلام پر چلے گا کامیاب ہوگا اور جو شیطان اور نفس کے بہکانے سے جہنم کے راستے یعنی کفر کو اختیار کرے گا ناکام ہوگا۔ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں راستوں کا بیان یوں فرمایا ہے فالھمھا فجورھا وتقوھا (الشمس) پھر اللہ تعالیٰ نے ہر نفس کو فجور یعنی جہنم کا راستہ اور تقویٰ یعنی جنت کے راستہ کا الہام کیا یعنی بتادیا کہ یہ جنت کا راستہ ہے اور یہ جہنم کا راستہ۔

اختلاف کی دوسری قسم کی تفصیل:

یعنی سنت اور بدعت کا اختلاف، اسکی مختصر تفصیل یہ ہے کہ اسلام میں داخل ہونے والوں کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے بہتر ان میں سے

دوزخی ہوں گے اور ایک جنتی حضرات صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ جنتی فرقہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا" ماانا علیہ واصحابی" یعنی وہ فرقہ جس کا طریقہ میری سنت کے موافق اور میرے صحابہ کی چال چلن کے مطابق ہو (المشکوٰۃ ص ٣٠)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ تہتر فرقے سب کے سب دین محمدی میں داخل ہونے کی وجہ سے محمدی ہیں مگر نجات پانے والے صرف سنی محمدی ہیں۔

تائید از مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد صاحب:

جناب نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ دائرہ محمدیت میں مرزائی بھی شامل ہیں۔ لکھتے ہیں اسلامی فرقوں میں خواہ کتنا بھی اختلاف ہو مگر آخر کار نقطہ محمدیت پر جو درجہ ہے والذین معہ کا سب شریک ہیں (الی قولہ) مرزائیوں کا سب سے زیادہ مخالف میں ہوں مگر نقطہ محمدیت کی وجہ سے ان کو بھی اس میں شامل سمجھتا ہوں (اخبار اہل حدیث ١٦ اپریل ١٩١٥ بحوالہ تجلیات صفدر ج ٢/ ٣٦)

دلچسپ واقعہ اور وضاحت حدیث:

حضرت مولانا منصور علی صاحب فرماتے ہیں ہم کو ایک نئے بگڑے ہوئے لامذہب سے ملاقات کا اتفاق ہوا تو ہم نے پوچھا کہ آپ کا کون سا مذہب ہے جواب دیا محمدی ہم نے کہا سبحان اللہ! یہ تو سوال از آسمان جواب از ریسمان ہوا ہم کو دین محمدی پوچھنا مقصود نہیں ہم تو مذہب پوچھتے ہیں اور دین ومذہب میں تو استعمالاً عام خاص کا بڑا فرق ہے جب آپ نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی اور ہمارے سلام کا اسلامی جواب دیا اور نام اپنا مسلمانوں کا سا بتایا تو ہم کو آپ کا محمدی ہونا معلوم ہوا ہاں اگر ہمیں آپ کا اہل اسلام سے ہونا معلوم نہ ہوتا اور گمان ہوتا کہ شاید آپ یہودی یا عیسائی ہیں تو اس کے جواب میں آپ کا محمدی فرمانا صحیح ہوتا (جو بات ہمیں پہلے سے معلوم تھی وہ ہمارے بغیر پوچھے ہمیں بتادی اور جو ہم معلوم کرنا چاہتے تھے وہ پوچھنے پر بھی نہ بتائی) پھر ہم نے پوچھا آپ نے کچھ علم معانی اور بیان پڑھا ہے تاکہ آپ کو بات سمجھنے اور سمجھانے کا سلیقہ ہو۔ جواب دیا یہ دینی علوم نہیں بلکہ بدعت ہیں کیونکر پڑھتا

۔ہم نے کہا سچ ہے ہم کو آپ کے پہلے بے محل جواب ہی سے آپ کا مبلغ علم معلوم ہوگیا تھا، اب ان علوم کا بدعت کہنے سے مزید علم ہوگیا :

پہلے ہی سے نہ ان کی تھی کچھ قدر و منزلت — مضمون خط نے اور ڈبو دی رہی سہی

پھر کہا کہ مذہب پوچھنے سے آپ کا کیا مقصود ہے اور آپ کی کیا غرض ہے؟ ہم تو اہل حدیث سے ہیں، حدیث کے موافق ہم سے سوال کیجئے پھر جواب لیجئے ہم نے کہا حدیث شریف سنئے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے میری امت میں ۷۳ فرقے ہوں گے، ۷۲ ان میں سے دوزخی ہیں اور ایک جنتی۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ جنتی فرقہ کون سا ہے؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے وہ فرقہ جس کا طریقہ میری سنت کے موافق اور میرے صحابہ کے چال چلن کے مطابق ہو، اور وہ اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔ ہم نے جو آپ سے پوچھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے تو ہمارا مطلب یہ تھا کہ آپ جبری، قدری وغیرہ دوزخی فرقوں میں سے ہیں یا حنفی، مالکی، شافعی وغیرہ جنتی فرقوں میں سے؟ تا کہ حق و باطل، ناجی و ناری میں فرق ہو جائے اور لفظ محمدی سے ہمارا مقصود حاصل نہ ہوا کیونکہ ۷۳ فرقے سب محمدی ہیں۔ آپ کا محمدی ہونا ہمیں معلوم ہے یہ معلوم نہیں کہ دوزخی محمدی ہیں یا جنتی محمدی؟ کیونکہ ناجی جماعت کے، باتفاق علماء اہل السنۃ چار مذہب ہیں حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی اب لامذہب صاحب سے کوئی جواب بن نہ آیا تو گھبرا کر بول اٹھے کہ ہم اور ہمارے سب باپ دادا حنفی المذہب تھے لیکن ہم نے ایک لامذہب کے بہکانے سے اپنا نام محمدی رکھا (جیسے مرزائیوں نے مرزا کے بہکانے سے اپنا نام احمدی رکھا)، تفصیل اس کی اس طرح ہے کہ ہم سے اس نے اس طرح پوچھا کہ تم کلمہ کس کا پڑھتے ہو؟ ہم نے کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ کہا شاباش۔ پھر پوچھا قبر میں منکر نکیر نبی کا نام پوچھیں گے تو کیا بتاؤ گے؟ ہم نے کہا: محمد رسول اللہ ﷺ۔ کہا : آفرین، جزاک اللہ۔ جب دنیا میں، برزخ میں اور آخرت میں جس نام سے تمہاری مخلصی اور نجات ہوگی، بڑا افسوس ہے کہ اس کو چھوڑ کر تم حنفی بن گئے؟ بندۂ خدا! محمدی بن جاؤ اور کوئی مذہب تم سے پوچھے تو یہی بتاؤ۔ پس میں اس روز سے اپنے آپ کو محمدی کہنے لگا،

لیکن اس لطیف نکتہ کو نہ سمجھا کہ واقعی محمدی کے کہنے سے سوائے ایضاح واضح اور اعلام معلوم کے کچھ فائدہ نہیں اور نہ سائل کو اس جواب سے تسکین ہو سکتی ہے، بلکہ یہ جواب سوال کے منافی ہے۔ اب میں خوب سمجھ گیا کہ حنفی ہرگز محمدی کے منافی نہیں بلکہ حنفی محمدی ہی ہے (جیسے پنجابی پاکستان کے خلاف نہیں بلکہ پنجابی پاکستانی ہی ہے) بخلاف اس کے کہ محمدی کہنے میں قباحت اشتراک فرق باطلہ (۷۲ دوزخی فرقوں) سے ہونے کا امتیاز فرقۂ حقہ کا پتہ بھی نہیں لگتا۔ (الفتح المبین ص ۷۱، ۷۳) اس کتاب پر عرب وعجم کے ۲۶۶ علماء کی مہریں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلد کے لئے لامذہب کا لفظ عرب وعجم کے علماء کا رجسٹرڈ ہے۔ (تجلیات صفدر جلد ۲ ص ۵۹)

الحاصل دوسرا اختلاف دائرۂ اسلام میں سنت اور بدعت کا اختلاف ہے۔ یہاں ایک اہل السنۃ والجماعۃ اور سواد اعظم ہے اور باقی ۷۲ فرقے ہیں جو صحابہ کرام ؓ کے طریقے سے کٹنے کی وجہ سے فرقے کہلائے۔

اہل بدعت اور اہل سنت کی پہچان :

اہل سنت وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات اہل سنت کو مانتے ہیں، ان میں سے ایک کا انکار کرنے والا بھی اہل سنت سے خارج ہوتا ہے، اور اہل بدعت فرقوں شامل ہو جاتا ہے۔ جس نے تقدیر میں اہل سنت کے عقیدے کی غلط تاویل کی تو وہ اہل سنت نہ رہا بلکہ اہل بدعت اور قدریہ فرقے میں شامل ہو گیا۔ اور جس نے عقیدۂ عذاب قبر میں غلط تاویل کر دی، وہ اہل بدعت اور معتزلہ فرقہ میں شامل ہو گیا۔

تیسرے اختلاف کی تفصیل :

یعنی اجتہادی اختلاف، یہ اختلاف اہل سنت میں دائر ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے نہ فرقے بنتے ہیں اور نہ ہی یہ حق و باطل اور جنت وجہنم کا اختلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین ؒ میں باوجود اتفاق عقائد کے فروع میں اختلاف ہوتا تھا۔ کیا اس فروعی اختلاف کی وجہ سے ان کو اہل حق سے نکال کر دوزخی فرقوں میں کوئی (بدنصیب) داخل کر سکتا ہے؟

سوال :

مجتہدین ماجور ہوتے ہیں یا مطعون کہ ان کو برا بھلا کہا جائے؟

جواب :

مجتہدین حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ حدیث رسول ﷺ کے مطابق ہر صورت میں ماجور ہیں۔

عن عمرو بن العاص ؓ أنه سمع رسول الله ﷺ يقول : اذا حكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله أجران و اذا حكم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر (بخاری ۲/ ۱۰۹۲، مسلم ۲/ ۷۶)

یعنی جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور صحیح فیصلے پر پہنچ جائے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور اس سے خطا ہو جائے تو ایک اجر کا مستحق ہے۔ اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ مجتہد معصوم تو نہیں ہوتا کیونکہ اجتہاد میں خطا کا احتمال بھی ہے مگر وہ مطعون بھی نہیں ہوتا کہ اس پر زبان طعن دراز کی جائے بلکہ مجتہد کے لئے ہر حال میں اجر و ثواب موجود ہے خواہ دو اجر کا مستحق ہو یا ایک اجر کا۔

قارئین کرام ! جس کو اللہ تعالیٰ اجر دے رہا ہے ان پر اعتراض کرنے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ مجتہد کا ذرہ برابر بھی نقصان نہیں۔

جنت کے قافلے :

الحاصل ہر مجتہد جنت کے قافلے کا سردار اور اس کا امیر ہے۔ مسلمانان عالم ان کی رہنمائی میں جنت کی طرف رواں دواں ہیں۔ برادران محترم ! اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجتہدین کا اختلاف جنت دوزخ اور ایمان و کفر اور حق و باطل کا اختلاف نہیں کہ ایک مجتہد کے قافلے کو جنت اور حق کا قافلہ کہا جائے اور دوسرے مجتہد کے قافلے کو دوزخ اور باطل کا قافلہ کہا جائے۔ کیونکہ دوزخ اور باطل کی طرف رہنمائی کرنے والے کو ہرگز اجر نہیں ملتا۔ جبکہ یہاں حدیث مبارک میں ہر صورت میں اجر کا وعدہ ہے۔

سوال :

حدیث میں حاکم کا ذکر ہے جس سے حکمران مراد ہیں اگر کسی نے اس سے مجتہد مراد لیا ہو تو ثبوت پیش کیا جائے۔

جواب :

حدیث میں حاکم سے مجتہد اور ایسا عالم جو حکم اور استنباط کی اہلیت رکھتا ہو، کو مراد لینے کا پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے اور خود غیر مقلدین نے بھی اس حدیث کو دیکھ کر با دل ناخواستہ اجتہادی مسائل کا اقرار کیا ہے۔

(۱) اجماع مسلمین :

قال الامام النووی رحمہ اللہ تعالیٰ : قال العلماء : أجمع المسلمون أن هذا الحديث في حاكم عالم أهل للحكم فان أصاب فله أجران ، أجر باجتهاده و أجر باصابته ، و ان أخطأ فله أجر باجتهاده .... قالوا : فأما من ليس بأهل للحكم فلا يحل له فان حكم فلا أجر له بل هو آثم لا ينفذ حكمه سواء وافق الحق أم لا ، لأن اصابته اتفاقيه ليست صادرة عن أصل شرعي ، فهو عاص في جميع أحكامه سواء وافق الصواب أم لا ، و هي مردودة كلها لا يعذر في شيء من ذلك (النووی شرح مسلم ۲/ ۷۶، قدیمی کتب خانہ)

یعنی حضرات علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سب مسلمانوں کا اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ اس حدیث میں حاکم سے مراد ایسا عالم ہے جس میں حکم، فیصلہ اور استنباط کی اہلیت و صلاحیت ہو، پس اگر یہ صحیح فیصلے تک پہنچ جائے تو اس کے لئے دو اجر ہیں، ایک اجتہاد کی وجہ سے اور ایک صحیح تک پہنچنے کی وجہ سے۔ اور اگر اس سے خطا ہو جائے تو بھی اس کو اجتہاد کی وجہ سے ایک اجر ملتا...... انہوں نے فرمایا کہ وہ شخص جس میں فیصلے اور استنباط کی اہلیت نہیں اس کے لیے اجتہاد و استنباط جائز نہیں، اگر باوجود نا اہل ہونے کے اس نے اجتہاد کر کے کوئی فیصلہ کیا اور مسئلہ بتایا تو اس کو اجر نہیں

ملے گا بلکہ اس کی وجہ سے گناہ گار ہوگا اور اس کا یہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا خواہ حق کے موافق ہو یا مخالف، اس لیے کہ اس کا صحیح بات کہنا ایک اتفاقی امر ہے کسی شرعی اصول پر مبنی نہیں لہذا یہ نااہل تمام فیصلوں اور مسئلوں کے بتانے سے گناہ گار ہوگا خواہ وہ حق کے موافق ہو یا نہ ہو، اور اس کے یہ تمام فیصلے مردود ہوں گے اور اس کو کسی بھی بات میں معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

﴿اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس نے اگر ایک مسئلہ صحیح بتادیا ہے تو ۱۰۰ مسئلے غلط بتائے گا، کیونکہ ہے تو یہ نااہل۔ اور جس طرح نااہل ڈاکٹر علاج کرنے سے گناہگار ہوتا ہے اگرچہ اس کے علاج سے کسی کو شفاء بھی ہوجائے۔ اسی طرح غیر مجتہد اور نااہل پر قرآن وحدیث سے مسائل نکالنے پر پابندی ہے، لہذا خلاف ورزی کرے گا تو گناہگار ہوگا اور اس کا کوئی عذر نہ سنا جائے گا۔ (حضرت مولانا مفتی) احمد﴾

(۲) غیر مقلد مولانا عبدالعزیز نورستانی کا فیصلہ :

مولانا نورستانی صاحب نے بندہ کے ایک خط کے جواب میں صاف اقرار کیا ہے کہ یہ حدیث اجتہادی مسائل سے متعلق ہے، اجتہادی مسائل کا انکار اس حدیث کا انکار ہے۔ جناب نورستانی صاحب کے اپنے الفاظ یہ ہیں :

"حاشاوکلا اہلحدیثوں نے کبھی اجتہادی مسائل سے انکار نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

"اذا حكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله أجران و اذا حكم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر"

اہلحدیث اس حدیث کے ہوتے ہوئے اجتہادی مسائل سے کب انکار کرسکتے ہیں جبکہ ان کا دعوی ہی عمل بالحدیث ہے"۔

تنبیہ :

جناب نورستانی صاحب کا یہ ملفوظ اس کے اپنے لیٹر پیڈ پر لکھا ہوا بندہ کے پاس محفوظ ہے۔ یہ خط برادرم قمرالدین (پشاور والے) کے واسطے سے بندہ کو وصول ہوا ہے۔ جو صاحب تصدیق کرنا چاہیں وہ خود بندہ سے مل کر اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد فرماتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ السلام میں جتنے علماء مجتہدین گزرے ہیں جیسے امام شافعی امام مالک امام ابوحنیفہ کوفی، امام احمد بن حنبل، امام داؤد ظاہری امام سفیان ثوری، امام اوزاعی امام اسحاق بن راہویہ، امام بخاری، امام اشہب، امام سحنون، امام ابن المبارک، امام ابن شبرمہ، امام ابن ابی لیلی، امام وکیع، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، امام مزنی، امام طحاوی، امام ابوثور، امام ابن منذر، امام لیث بن سعد، امام ابن تیمیہ، امام ابن جریر طبری، امام شوکانی ان سب لوگوں کے لیے ہر ایک مسئلہ اختلافی میں اجر اور ثواب ہوا ہے گو ان سے خطاء اور غلطی ہوئی ہو اور اس وجہ سے ہر ایک مجتہد اور امام کا احسان ماننا چاہئے کہ انہوں نے خدا کے واسطے دین میں کوشش کی اور ان کی برائی اور بدگوئی سے باز رہنا چاہئے، راضی ہو اللہ ان سب بزرگوں سے آمین یارب العالمین (اردو ترجمہ صحیح مسلم ۴ ر ۳۴۷)

الحاصل: اس حدیث میں آپ ﷺ نے ہر مجتہد کو ماجور فرمایا ہے اور اس پر سب کا تقریباً اتفاق ہے کہ اس حدیث میں حاکم سے جاہل اور ان پڑھ حاکم مراد نہیں جیسے فی زمانہ حکمران ہیں۔ بلکہ حاکم سے مراد وہ شخص ہے جو عالم ہو اور عام بھی نہیں بلکہ اس میں حکم اور فیصلے کی اہلیت ہو یعنی قرآن و احادیث مبارکہ میں غور و فکر کرکے مسائل نکال سکتا ہو۔

فروعی اور اجتہادی اختلاف کو گمراہی کہنا، گمراہی ہے! :

اجتہادی اور فروعی مسائل میں اختلاف احادیث مبارکہ، آثار صحابہ وتابعین سے ثابت ہے لہذا اس اختلاف کو گمراہی کہنا احادیث وآثار کا انکار اور گمراہی ہے۔

اجتہادی اور فروعی مسائل میں اختلاف کو مذموم سمجھنے کے نقصانات :

اجتہادی اور فروعی مسائل میں اختلاف حدیث کی رو سے محمود ہی ہے اس کو مذموم اور حق و باطل اور جنت وجہنم کا اختلاف سمجھنا درج ذیل نقصانات اور باطل نظریات کا پیش خیمہ ہے۔

(۱) افتراق امت کا نقصان :

جب تک امت اجتہادی اور فروعی اختلاف کو مذموم نہیں سمجھتی تھی تو اختلاف کے باوجود ان میں اتحاد اور محبت تھی، دیکھئے صحابہ کرام ؓ اور تابعین وتبع تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان درجنوں اور سینکڑوں فروعی اور اجتہادی مسائل میں اختلاف کے باوجود اتحاد اور محبت کا پایا جانا اس کی واضح دلیل ہے کہ وہ حضرات اجتہادی اختلاف کو محمود، اچھا اور موجب اجر سمجھتے تھے۔ اسے ہرگز ہرگز حق وباطل اور جنت وجہنم کا اختلاف نہیں گردانتے تھے۔

اس کے برخلاف جب سے یہ غالی فرقہ غیر مقلدین پیدا ہوا ہے، جنہوں نے اس اجتہادی اور فروعی اختلاف کو کفر واسلام، حق وباطل اور جنت ودوزخ کے اختلاف کا درجہ دیا ہے، اس وقت سے اہل اسلام میں افتراق، انتشار اور ایک دوسرے کے خلاف خطرناک فتوی سامنے آرہے ہیں۔ کما لا یخفی

(۲) ضلالت صحابہ ؓ کا نظریہ :

جب اس اجتہادی اختلاف کو حق وباطل کا اختلاف کہا جائے گا تو اس کا لازم نتیجہ یہ ہوگا کہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین اور ائمہ مجتہدین ؓ میں سے بعض حق پر تھے اور بعض باطل پر، بعض جنتی تھے اور بعض (نعوذ باللہ) دوزخی تھے کیونکہ اجتہادی اختلاف ان حضرات میں بھی تھا۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ ہوں....

صحابہ وتابعین ومَن بعدہم ؓ میں اختلاف کی چند مثالیں۔

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے جہر وسر میں اختلاف

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

والعمل علیہ (ترک الجهر بالتسمية) عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ منهم ابو بكر و عثمان وعلی و غيرهم من بعد هم من التابعين ؓ۔

یعنی خلفاء راشدین وغیرہ صحابہ وتابعین ؓ آہستہ بسم اللہ پڑھنے کے قائل تھے جہری نمازوں میں۔

اس کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جہر کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں :

و قد قال بهذا (بالجهر بالتسمية) عدة من أصحاب النبی ﷺ منهم أبو هريرة و ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبير و من بعدهم من التابعين رأوا الجهر بسم الله الرحمن الرحيم۔

یعنی یہ چند صحابہ ابو ہریرہ، ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ان کے بعد تابعین ؓ جہری نمازوں میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے کہنے کے قائل تھے۔ (جامع الترمذی ۱/۵۷)

تنبیہ :

راجح قول آہستہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کا ہے۔

دلیل :

اجماع أكثر أهل العلم من الصحابة و الخلفاء الراشدين ؓ

(۳) سلام کے ایک اور دو ہونے میں اختلاف :

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

و عليه (على التسليمتين) أكثر أهل العلم من أصحاب النبی ﷺ والتابعين و من بعدهم۔

یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین ؓ میں سے اکثر اہل علم نماز کے آخر میں دو سلام کے قائل تھے۔

اور امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سلام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں :

و رأى قوم من أصحاب النبی ﷺ و التابعين وغيرهم تسليمة واحدة فی المكتوبة۔

یعنی آپ ﷺ کے صحابہ اور تابعین ومن بعدہم ؓ میں سے ایک جماعت فرض نماز میں صرف ایک سلام کی قائل ہے (جامع الترمذی ۱/۶۶)

تنبیہ :

راجح قول دوسلاموں کا ہے۔

دلیل :

صحابہ وتابعین ومن بعدہم ﷺ کی اکثریت کا اجماع ہے۔

(۳) ضلالت اکابر علماءِ غیر مقلدین :

قارئین کرام ! نام نہاد اہل حدیث نے اجتہادی اختلاف کی بناء پر ائمہ مجتہدین پر امت میں پھوٹ ڈالنے کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ اب ذرا خودان کے مابین چند سنگین قسم کے اختلاف کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں اور پھران سے پوچھیئے کہ جناب ! آپ کے ان اکابر میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون؟ اور کیا یہ حضرات امت میں پھوٹ ڈالنے کے مجرم نہیں؟ آخر کیا وجہ ہے کہ قرآن وحدیث پر عمل کرنے کے دعویدار اختلاف کا شکار ہو گئے؟

اوروں کی کیا پڑی ہے اپنی نبیڑ تو

غیر مقلدین میں اختلاف کی مثالیں :

(۱) مردے سنتے ہیں یا نہیں :

غیر مقلدین کے شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری دونوں مردوں کے سماع کے منکر ہیں جبکہ علامہ وحید الزماں (غیر مقلدوں کے مترجم اعظم) اپنے تمام نام نہاد اہل حدیثوں کا مذہب یہی سماع کا بتارہے ہیں۔

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد فتاوی ثنائیہ ج ۲ رص ۴۵، پر سماع موتی سے متعلق ایک سؤال کے جواب میں لکھتے ہیں :"جواب صورت مذکورہ کا یہ ہے کہ مردہ کلام نہیں سنتا اور نہ اس میں لیاقت سننے کی ہے جیسا کہ اس پر قرآن مجید شاہد عدل ہے۔ اسی طرح کا جواب فتاوی نذیریہ ج ۱ رص ۳۹۹، پر بھی ہے"۔

علامہ وحید الزماں غیر مقلد نزل الابرار ج ۱ رص ۲، پر لکھتے ہیں، "ولو نادى الأموات

عند قبورهم يمكن أن يسمعوا لأن الأموات لهم سماع عند أصحابنا أهل الحديث، صرح به الشيحان،"

ترجمہ : اگر مردوں کو ان کی قبروں کے پاس پکارے تو ان کا سننا ممکن ہے کیونکہ ہمارے اصحاب کے ہاں ان کے لئے سماع ثابت ہے۔

(۲) مسلمان مردہ کی ہڈیاں قابلِ احترام ہیں یا نہیں؟ :

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد قبر سے ایک مردے کی ہڈیاں نکال کر اس کی جگہ دوسری میت دفن کرنے کے قائل ہیں، جبکہ ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد اس کے منکر ہیں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری فتاوی ثنائیہ ج ۲ رص ۴۹، پر قبر میں مردہ کی ہڈی سے متعلق ایک سؤال کے جواب میں لکھتے ہیں :"ایسی جگہ دفن کرنا منع نہیں ہڈی نکال کر مردہ دفن کردیں۔"

ابوسعید شرف الدین دہلوی حوالہ بالا پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :"مسلم مردہ کا احترام لازم ہے، لہذا مسلم کی ہڈیوں کو یونہی رہنے دیا جائے اور دوسری قبر بنا کر دوسرے مردے کو دفن کردیں۔"

(۳) امام کو رکوع میں پانے والا، رکعت پانے والا ہے کہ نہیں؟ :

مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد رکوع میں ملنے والے مقتدی کو رکعت پانے والا شمار کرتے ہیں، جبکہ مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد اس کو رکعت پانے والا نہیں سمجھتے۔

مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد فتاوی ستاریہ ج ۱ رص ۵۴، پر لکھے ہیں :"ہاں مدرک رکوع، مدرک رکعت ہے...... فریق اول (جو مدرک رکعت نہیں مانتے) نے قیام وفاتحہ کو ایسا مضبوط پکڑا ہے کہ وہ ہر حالت میں ان کی فرضیت کے قائل ہوتے ہیں، مدرک رکوع کی رکعت کو شمار نہیں کرتے بلکہ جو احادیث اس بارے میں وارد ہوتی ہیں ان کو ضعیف اور کمزور کہکر ٹال دیتے ہیں۔ لیکن میں اس امر کا قائل نہیں اور میرا ایمان تو یہ تقاضا نہیں کرتا کہ میں نبی ﷺ کے اقوال کو متضاد قرار دے کر دوسرے کو

سرے سے اڑا ہی دوں، چنانچہ جو احادیث نبی ﷺ سے اس بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں.....''

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد فتاوی ثنائیہ ج ا ص ۵۴۰، پر لکھتے ہیں : ''چونکہ بحکم قوموا للہ قانتین (القرآن) اور بحکم لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب (الحدیث) قرآءت فاتحہ ضروری ہے اور رکوع کی حالت میں دونوں چیزیں میسر نہیں ہوتیں، قائل کے پاس کوئی آیت یا حدیث ایسی ہو جس سے استثناء جائز ہو سکے تو ہم بخوشی اسے سننے کو تیار ہیں''۔

(۴) ارکان میں کوتاہی کرنے والے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد ارکان میں کوتاہی کرنے والے امام کے پیچھے نماز کے درست ہونے کے قائل ہیں، جبکہ ابو سعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد اس پر شدت سے انکار کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں...

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد فتاوی ثنائیہ ج ا ص ۴۳۲، پر ارکان میں کوتاہی کرنے والے امام کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں،'' حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک وقت آئے گا امام نماز کو خراب کریں گے، فرمایا : مسلمانوں میں ملتے رہنا ان کی خرابی ان کی گردن پر ہوگی، تم علیحدہ نہ ہونا۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حتی المقدور جماعت کے ساتھ مل کر ہی نماز پڑھنی چاہیئے۔''

ابو سعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد حوالہ بالا پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''نہیں نہیں، ہرگز ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیئے۔''

(۵) عدت میں عورت کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے نزدیک معتدہ کے ساتھ نکاح جائز ہے جبکہ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد کے ہاں نکاح صحیح نہیں۔

مولانا ثناء اللہ صاحب معتدہ بالزنا کے ساتھ نکاح کرنے والے کے متعلق جواب دیتے ہیں:

''صورت مرقومہ میں نکاح جائز ہے حمل کے ظاہر ہونے سے یا اس کے اسقاط سے نکاح فسخ نہیں ہوا'' ([illegible])

اسی جواب کے نیچے مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

بحکم و أولات الأحمال اجلهن أن يضعن حملهن الأية یہ عدت کے اندر نکاح کیا گیا جو ہرگز صحیح نہیں پس دوبارہ نکاح کرنا لازم ہے (فتاوی ثنائیہ ۲/ ۳۲۰)

(۶) بیمار پر بعد صحت روزہ رکھنا واجب ہے یا نہیں؟ :

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے نزدیک بیمار اگر فوت ہوگیا تو روزے معاف ہیں اور اگر صحت یاب ہوا تو روزہ کے علاوہ فدیہ بھی دے سکتا ہے جبکہ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد کے ہاں موت کی صورت میں بھی بیماری کی وجہ سے چھوڑے گئے روزہ معاف نہیں بلکہ میت کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا اور تندرست ہونے کی صورت میں فدیہ دینا جائز نہیں بلکہ بہر صورت روزہ ہی رکھے گا۔ ملاحظہ فرمائیں.....

مولانا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں : ''اگر لڑکا بیماری ہی میں مرگیا تو روزے معاف ہیں اگر اچھا ہو کر اس نے روزے نہیں رکھے تو فی روزہ ایک مسکین کا کھانا کھلا دیں''

اور اس مسئلہ پر تعاقب کرتے ہوئے مولانا ابوسعید شرف الدین صاحب رقم طراز ہیں : ''یہ صحیح نہیں ہے۔ بعد صحت روزے ہی رکھنے ہوں گے اور اگر قبل صحت مرجائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے'' (فتاوی ثنائیہ ۱/ ۶۵۸)

(۷) رخصتی سے پہلے شوہر فوت ہو جائے تو بیوی کو مہر آدھا ملے گا یا پورا؟ :

مولانا ثناء اللہ صاحب غیر مقلد کے نزدیک آدھا مہر ملے گا جبکہ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد کے نزدیک پورا مہر ملے گا۔ ملاحظہ فرمائیں......

س : زید کی شادی ہندہ سے ایک سال کا عرصہ ہوا ہوئی تھی لیکن رخصتی نہ ہوئی، زید کا انتقال ہو گیا آیا ہندہ مہر کی مستحق ہے یا نہیں؟

ج :(از مولانا ثناء اللہ) ہندہ نصف مہر کی مستحق ہے بحکم قرآن مجید فنصف ما فرضتم ۔

مولانا ابوسعید صاحب جواب مذکور پر گرفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں : یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ اس لئے کہ سوال میں متوفی عنہا کا ذکر ہے اور جواب میں مطلقہ کا ۔ ملاحظہ ہو آیت محولہ بالا و ان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم الآية (پ ۲ ع ۱۵) لہذا صورت مرقومہ میں پورا مہر ملے گا کما تقدم فی حدیث ابن مسعود ﷛ (فتاوی ثنائیہ ۲/۳۳۱)

(۸) عورت ماہواری کے دنوں میں قرآن پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ :

علامہ وحید الزمان صاحب غیر مقلد کے نزدیک حائضہ کے لئے قرآن پڑھنا جائز نہیں جبکہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری غیر مقلد فرماتے ہیں کہ حائضہ قرآن کریم نہیں پڑھ سکتی۔

علامہ وحید الزماں فرماتے ہیں : "يمنع صلوة و صوما..... و قرآءة القرآن و مسه بلاغلاف (كنز الحقائق ص ۱۵، هكذا في عرف الجادی ص ۸۵)

نیز نزل الابرار میں فرماتے ہیں: و يحرم على هولاء تلاوة القرآن بقصد التلاوة ولو دون آية و قال بعض أصحابنا لا يحرم كذلك مس المصحف (۱/۲۵)

یعنی حائضہ کے لئے مخصوص ایام میں قرآن کریم کو ہاتھ لگانا اور پڑھنا جائز نہیں۔

اس کے برخلاف مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں : "حائضہ عورت قرآن مجید کو ہاتھ نہیں لگا سکتی زبان سے پڑھ سکتی ہے (فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۵۳۵)

(۹) جراب پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ :

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے نزدیک جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے جبکہ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد، مولانا عبد الرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد اور میاں نذیر حسین غیر مقلد کے ہاں جائز نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں.....

مولانا ثناء اللہ صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں : "پاتابہ (جراب) پر مسح کرنا آنحضرت ﷺ

سے ثابت ہے (ترمذی) شیخ ابن تیمیہ نے فتاوی میں مفصل لکھا ہے" (فتاوی ثنائیہ ۱/۳۴۱)

مولانا ابوسعید شرف الدین غیر مقلد لکھتے ہیں : "جرابوں پر مسح کرنے کا مسئلہ معرکۃ الآراء ہے مولانا نے جو لکھا ہے یہ بعض ائمہ امام شافعی وغیرہ کا مسلک ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بھی یہی مسلک ہے مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ دلیل صحیح نہیں ہے (اس کے بعد مولانا ابوسعید نے مولانا ثناء اللہ صاحب کے جواب پر تفصیلا رد کیا ہے۔ مولانا ابوسعید کے جواب کے بعد جامع فتاوی ثنائیہ نے مولانا عبد الرحمٰن مبارک پوری کا جواب نقل کیا ہے جو اسی مسئلے میں انہوں نے دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں....)

الجواب : المسح على الجوربة ليس بجائز لأنه لم يقم على جوزه دليل صحيح و كل ما تمسک به المجوزون ففيه خدشة ظاهرة الى آخره. كتبه عبدالرحمن المباركفوری عفا الله عنه

(دستخط) سید محمد نذیر حسین............. (فتاوی ثنائیہ ۱/۳۴۳)

یعنی جوراب پر مسح کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کی دلیل صحیح نہیں ہے اور جائز کہنے والوں کی تمام دلیلوں میں واضح غلطی موجود ہے۔

(۱۰) جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ :

مولانا ثناء اللہ صاحب غیر مقلد کے نزدیک جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل وغیرہ پڑھنا جائز ہے جبکہ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد کے ہاں جائز نہیں۔

مولانا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں : "مگر زوال کے وقت جمعہ کے روز نفل وغیرہ پڑھنی جائز ہے۔

اور مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی صاحب جواب مذکور پر با حوالہ رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں : ... پس ثابت ہوا کہ زوال کے وقت نماز پڑھنی منع ہے، خواہ یوم جمعہ ہو یا کوئی اور یوم۔ اس لئے کہ منع کی حدیثیں صحیح ہیں اور جواز کی صحیح نہیں۔ صحیح کے مقابل غیر صحیح پر عمل باطل ہے... (فتاوی ثنائیہ ۱/۵۴۴)

(۴) صحابہ ﷡ سے بدظنی و بدگمانی کا نقصان :

جب عوام کو یہ بتایا جائے کہ ائمہ اربعہ نے دین کو چار ٹکڑے کر دیا ہے۔ حق کے چار حصے نہیں ہوتے ضرور ان میں ایک حق ہوگا اور باقی سب باطل، لہذا انکی تقلید چھوڑ دیجئے، تا کہ دین ٹکڑے ٹکڑے نہ رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

اس ذہنیت کے ملنے کے بعد جب ان کو حضرات صحابہ کرام ﷺ کے اجتہادی اختلاف کا پتہ چلتا ہے، تو وہ سوچتا ہے کہ ائمہ اربعہ تو ان کے دور میں نہیں تھے پھر بھی انہوں نے سینکڑوں مسائل میں اختلاف کیا ہے، معلوم ہوا کہ جن حضرات صحابہ کرام ﷺ کو ہم عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے بھی دین کے ٹکڑے کر دے ہیں اور مختلف فرقوں میں بٹے ہیں، جس طرح ائمہ اربعہ میں بعض حق پر اور بعض باطل پر ہیں۔ صحابہ بھی ایسے ہونگے کہ بعض حق پر ہوں گے اور بعض باطل پر (نعوذ باللہ من ذلک)

الحاصل اس ذہنیت کے بعد ضرور بالضرور ایک دن آئے گا اور یہ صحابہ کرام ﷺ سے بدظن ہوگا۔

حضرت مولانا لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے ایک غیر مقلد کو سنا وہ حضرت فاروق اعظم ﷺ کی شان میں ناشائستہ الفاظ کہہ رہا تھا۔

(۵) انکارِ حدیث کی نوبت :

جب صحابہ کرام ﷺ سے بدظنی پیدا ہوگئی تو اب اس کے لئے انکار حدیث کا راستہ ہموار ہوگیا۔ کیونکہ حدیث کا سب سے پہلا راوی اور سب سے مضبوط اور ثقہ راوی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جب وہ اجتہادی اختلاف کی وجہ سے (نعوذ باللہ من ذلک) مذموم باطل پرست اور دین کو ٹکڑے کرنے والا بن کر قابلِ اعتبار نہ رہے تو حدیث آگے کیسے چلے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک دن احادیث کو بھی چھوڑ کر منکرِ حدیث بن جائے گا جس کے کفر اور گمراہی میں شک وشبہ نہیں۔

نیز جب حضرات صحابہ کرام ﷺ اور تابعین وتبع تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے آزاد ہو کر قرآن وحدیث کو براہ راست سمجھے گا تو ناسخ ومنسوخ اور ان احادیث میں (جن میں بظاہر اختلاف اور تضاد معلوم ہوتا ہے) تطبیق وترجیح کے اصول وضوابط نہ جاننے کی وجہ سے بھی یہ

حیران و پریشان ہوگا او نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

بعض احباب نے بتایا ہے کہ ہم نے کتنے غیر مقلدین کو یہ کہتے ہوئے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نے متضاد اور مختلف باتیں کر کے ہم کو انتشار میں مبتلا کیا ہے اور اختلاف اور فساد کا بڑا سبب خود آپ ﷺ کا مختلف اور متضاد باتیں کرنا ہے۔ نیز ان احباب نے بتایا کہ آپ خود آ کر ان سے ملیں، آج وہ غیر مقلدیت سے منکرِ حدیث بن چکے ہیں۔

(۶) آیاتِ قرآنیہ میں معنوی تحریف کرنا :

اجتہادی اور فروعی اختلاف کو ہوا دے کر کفر واسلام اور حق وباطل کا اختلاف بنانے کا ایک بہت بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ یہ لوگ آیات قرآنیہ میں معنوی تحریف کرنے لگ جاتے ہیں، کیونکہ اس منگھڑت نظریہ کا نہ تو قرآن کریم تائید کرتا ہے اور نہ ہی آپ ﷺ نے کبھی اس غلط نظریہ کی حمایت فرمائی ہے، بلکہ قرآن کریم نے تو "وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ" وغیرہا آیات کے ذریعے اس مسئلے کو کھول کر بیان کیا ہے کہ بڑوں کی دو قسمیں ہیں،

(۱) جو ہدایت یافتہ ہیں ان کی پیروی اور اتباع کا حکم ہے۔

(۲) جو گمراہ ہیں جن کی پیروی اور اتباع کو ممنوع قرار دیا ہے۔

مقلدین جو بڑوں کی پیروی اور تقلید کرتے ہیں ان کا ہدایت یافتہ ہونا اور ماہر قرآن وحدیث ہونا دلیل شرعی (اجماع) سے ثابت ہے نیز خود غیر مقلدین کے بیشمار حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں، جنہوں نے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء فرمائی ہے لہذا بحکم قرآن وحدیث یہ ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ حق اور جنت کے راستے کے قافلوں کے سردار اور امیر ہیں ان میں سے کسی ایک کی رہنمائی میں جو بھی قرآن و حدیث پر چلے گا جنت پہنچ جائے گا (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اجتہادی اور فروعی اختلاف کو کفر اور اسلام کا اختلاف بتانے والے غیر مقلدین کے لئے قرآن وحدیث کا فیصلہ تسلیم کرنا زہر قاتل سے کم نہیں، کیونکہ اس فیصلے سے غیر مقلدیت کی جڑیں کٹ

جانا ظاہر ہے اس لئے انہوں نے اپنے اس غلط نظریہ کو تحفظ فراہم کرنے کی خاطر قرآن کریم کی کئی آیتوں میں تحریف معنوی کر ڈالی، وہ تمام آیات جن میں مشرکین کو گمراہ، آباء واجداد، سرداران قوم، علماء سوء اور پیٹ پرست پیروں کی پیروی اور اتباع پر وعیدیں سنائی گئی ہیں، یہ لوگ یہ تمام آیتیں آج ہدایت یافتہ ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کی پیروی کرنے والے مقلدین کے خلاف پڑھ کر کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ ائمہ، مشرکین کے آباء واجداد کی طرح گمراہ تھے اور ان کی تقلید کرنے والے مشرکین کی طرح گمراہ ہیں۔

حالانکہ ان آیات کو ان کے خلاف پڑھنا صریح تحریف ہے، کیونکہ آج تک آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر جتنے متفق علیہم مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ گزرے ہیں کسی ایک نے بھی ان آیات کا مصداق ہدایت یافتہ بڑوں اور ان کے پیروکاروں کو نہیں بتایا، ورنہ صرف ایک حوالہ پیش کریں اور منہ مانگا انعام وصول کریں۔

بطور نمونہ کچھ آیات پیش کی جاتی ہیں جن میں یہ لوگ بہا نگ دہل تحریف کرتے ہیں۔

آیات :

(۱) اِتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَاءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (الاعراف ۳)

''لوگو! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو مگر تم نصیحت کم ہی مانتے ہو۔''

غیر مقلد اس آیت کو ہمارے خلاف پڑھ کر ''لوگوں'' سے مقلدین اور ''من دونہ اولیاء'' سے مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ مراد لیتے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ''من دونہ اولیاء'' سے مراد شیاطین الانس والجن ہیں۔ (تفسیر نسفی)

قارئین کرام! ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ شیاطین الانس والجن میں داخل نہیں اور یقیناً داخل نہیں تو پھر غیر مقلدین کی تحریف ہے۔

(۲) أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (الانفال ۴۶)

''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔''

غیر مقلدین ''ولا تنازعوا'' آپس میں اختلاف نہ کرو، سے اجتہادی اختلاف مراد لیتے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ میں سے ایک مفسر سے بھی یہ بات منقول نہیں۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس اختلاف سے وہ مراد ہے جس سے بزدلی پیدا ہو کر دشمن پر رعب نہیں رہتا اور جس سے مسلمانوں کی سلطنت ختم ہو جاتی ہے، یعنی امور جنگ اور اس سے متعلق احکام میں قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق اپنے امیر کی بات مانو، اختلاف نہ کرو، ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی یعنی تمہاری سلطنت ختم ہو جائے گی۔ (تفسیر نسفی وغیرہ)

قارئین کرام! بنو قریظہ پر حملہ کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو جماعت تشکیل دی گئی تھی، جن سے فرمایا گیا تھا کہ عصر کی نماز بنو قریظہ ہی میں پڑھنا۔ اس جماعت میں راستے ہی میں اجتہادی اختلاف پیدا ہوا۔ جب نماز کا وقت راستے میں آیا تو بعض نے راستے ہی میں نماز پڑھی اور بعض نے ظاہر الفاظ کو دیکھ کر نہیں پڑھی۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے نہ اُن کو ڈانٹا اور نہ ہی یہ فرمایا کہ تمہارے اس اختلاف کی وجہ سے تمہاری سلطنت ختم ہو جائے گی، تمہارا رعب دشمنوں پر نہیں رہے گا۔

الحاصل یہ بھی غیر مقلدین کی کھلی تحریف ہے۔

(۳) وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ

''اور نہ ہو جاؤ مشرکین میں سے جنہوں نے اپنا اپنا دین الگ بنا لیا ہے اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ ہر ایک گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی میں وہ مگن ہے۔ (الروم ۳۱-۳۲)

غیر مقلدین اس آیت کو بھی اجتہادی اختلاف کے خلاف پڑھ کر مجتہدین صحابہ وتابعین و من

بعد ہم ﷺ اور ان کے مقلدین کو مشرک اور دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے تفرقہ باز قرار دیتے ہیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ میں سے کسی ایک مفسر نے بھی اس کا مصداق اجتہادی اختلاف نہیں بتایا بلکہ یہ اختلاف فی الدین کے قبیل سے ہے جس کا مذموم ہونا سب کے ہاں مسلم ہے۔

قارئین کرام: یہ وہ بات ہے جس پر ہم تنبیہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ اجتہادی اختلاف کو پہلے اور دوسرے درجے کے اختلاف کا درجہ دے کر اس کو حق و باطل، کفر و اسلام، اور تفرقہ کا اختلاف بنا کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔

اظہار حق وتنقید برائے اصلاح یا فتنہ وانتشار پھیلانا

جناب محمد صدیق رضا اور ابو جابر دامانوی نے فتنہ بھڑکانے اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کا نام ''اظہار حق'' اور ''تنقید برائے اصلاح'' رکھ کر اس کو آپ ﷺ کا حکم قرار دیا ہے۔ حالانکہ حکم کا مدار حقیقت پر ہوتا ہے نہ کہ نام پر، ''گدھے'' کا نام اگر کوئی ''بکرا'' رکھ دے تو کیا حلال ہو جائے گا؟ نہیں! کیونکہ نام سے حقیقت نہیں بدلتی، ہاں سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا فتنہ کا نام اظہار حق رکھنے سے بھی یہ فتنہ نہ تو جائز ہوگا اور نہ ہی حکم شرعی بنے گا؟

آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: لولا حداثان قومک بالکفر لنقضت الکعبة (بحوالہ حجۃ اللہ البالغۃ ۲۵/۲)

یعنی اگر آپ کی قوم ابھی ابھی تازہ کفر سے اسلام میں نہ آچکی ہوتی تو میں خانہ کعبہ کو گراتا اور دوبارہ حضرت ابرہیم علیہ السلام کی قائم کردہ بنیادوں پر تعمیر کراتا۔

آپ ﷺ نے اس موقع پر یقینی حق کو کیوں چھوڑا؟ فتنے کے اندیشے کی وجہ سے تبدیلی نہیں فرمائی۔

اظہار حق کے مواقع الگ ہیں اور فتنہ برپا کرنے کے الگ۔ جہاں فتنہ کا اندیشہ ہو وہاں مندرجہ بالا حدیث کی تعلیم پر عمل ضروری ہے اور جہاں فتنہ کا خدشہ نہ ہو اور کسی وجہ سے اظہار ضروری ہو جائے مثلاً کسی نے سوال کیا، تو اس کو جواب دیتے وقت تمہاری نقل کردہ حدیث کی تعلیم پر عمل ہوگا۔

چونکہ اس ٹولے کا مقصد ہی عمل بالحدیث نہیں اس وجہ سے اظہار حق کے موقع پر کبھی بھی اپنی نقل کردہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے حق نہیں کہیں گے۔ قارئین کرام کو یقین دہانی کرانے کے لئے ذیل میں ان لوگوں سے چند سوالات کیے جاتے ہیں تاکہ ان کے اظہار حق کی قلعی سب کے سامنے کھل

جائے۔ مر جائیں گے، قیامت آجائے گی، لیکن یہ ان سوالات کے جواب میں ہرگز ہرگز اظہار حق نہ کریں گے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے — یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

سوال نمبر۱ : منی پاک ہے اور ایک قول کے مطابق حلال بھی ہے (ترجمہ صحیح مسلم شریف ج۱ص۳۱۴)
جناب صدیق رضا اور ابو جابر دامانوی دونوں قرآن کریم کی دو آیت اور نبی کریم ﷺ کی دو حدیث بتائیں جس میں صراحۃً یہ بتایا گیا ہو کہ منی پاک ہے جیسے پانی پاک ہے اور اس کا کھانا ایسے ہی حلال ہے جیسے ملائی، یا اس قول کے قائلین کے مصنف کے بارے میں اعلان کردیں کہ وہ نام نہاد اہل حدیث تھے نہ کہ اصلی۔ اور اپنا نام اہل حدیث رکھا اور مسائل حدیث کے خلاف بتاتے گئے۔

سوال نمبر۲ : آب باران وچاہ طاہر ومطہر است پلید نہ میگردد مگر بنجاستے کہ بو یا مزہ یا رنگ او رابر گرداند (عرف الجادی ص۹) ایک غیر مقلد صاحب دودھ کا کاروبار کرتے ہیں، دودھ نکالتے وقت بھینس نے دودھ کی بالٹی میں پیشاب کردیا، پھر اس صاحب کو خود پیشاب آیا، ادھر ادھر جانے اور وقت ضائع ہونے سے بچانے کی خاطر اس نے بھی اسی بالٹی میں پیشاب کیا، لیکن ان دونوں کے پیشاب کی وجہ سے دودھ کے رنگ وغیرہ میں کچھ فرق نہیں آیا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ دودھ پاک ہے یا نہیں؟ اور اس کا پینا حلال ہے یا نہیں؟ غیر مقلد صاحب کے فتوی کے مطابق پاک اور حلال ہے۔

جناب دامانوی اور رضا صاحبان سے آیت اور حدیث کا مطالبہ ہے، ورنہ اعلان کیجئے کہ یہ بھی نام نہاد اہل حدیث ہے نہ کہ اصلی، اور قرآن وحدیث کے خلاف لکھ کر کتاب تصنیف کی ہے۔

سوال نمبر۳ : وایں نص است بر حلت ذبیحہ کافر وعدم اشتراط اسلام ورذابح خواہ ذمی باشد یا غیر او... الخ اور یہ دلیل اس پر صراحۃً دلالت کرتی ہے یہ کافر کا ذبیحہ حلال ہے اور ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا شرط نہیں، پھر کافر خواہ ذمی ہو یا غیر ذمی دونوں کا حکم ایک ہے الخ "عرف الجادی ۲۳۹" اس مسئلہ پر عمل کرتے ہوئے ایک غیر مقلد ہمیشہ کافر کا ذبیحہ کھاتا ہے پوچھنا یہ ہے کہ اس کتاب کی

اندھی تقلید جو اس غیر مقلد نے کی، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور کافر کا ذبیحہ حلال ہے یا مردار؟ آیت و حدیث بتایئے ورنہ نام نہاد اہل حدیث کا فتوی لگا ہے۔

سوال نمبر۴ : خنزیر اور کتے کے جھوٹے میں دو قول ہیں ایک قول میں پاک ہے سول ما یؤکل لحمہ طاھر و کذا سورہ وجمیع الآسار غیر سور الکلب ففیہ قولان و کذا فی ریق الکلب العرق کالسور (کنز الحقائق ص ۱۳)
دونوں ساتھی مل کر خنزیر کے جھوٹے کے پاک ہونے کی آیت اور حدیث دکھائیں ورنہ اس کے مصنف پر بھی نام نہاد اہل حدیث کا فتوی لگایئے۔

سوال نمبر۵ : قال غیر المقلد و کذا اذا اولج فی فرج البھیمہ الخ کسی نے چوپائے کے ساتھ جماع کیا تو غسل واجب نہیں (نزل الابرار من فقہ النبی المختار ۱/۳۳) جناب! آیت اور حدیث سے یہ مسئلہ دکھائیں ورنہ اس پر بھی نام نہاد اہل حدیث کا فتوی لگایئے۔

سوال نمبر۶ : قال العلامۃ وحید الزمان غیر مقلد : یبطل النکاح ..... نکاح المتعۃ والموقت و خالف بعض التابعین و کذلک بعض أصحابنا فی نکاح المتعۃ فجوزوھا ..... الخ (نزل الابرار ۲/۳۳ تا ۳۵)
ترجمہ: نکاح متعہ باطل ہے اور بعض تابعین نے اختلاف کیا ہے اور اسی طرح ہمارے بعض غیر مقلدین نے بھی، پس انہوں نے نکاح متعہ کو جائز قرار دیا ہے۔

جناب ابو جابر دامانوی اور صدیق رضا! اس شیعوں والے کام کی آیت اور حدیث دکھائیں یا ان بعض غیر مقلدین کو بھی نقلی اہل حدیث کہیئے۔

سوال نمبر۷ : مثلاً ایک ضدی غیر مقلد دوست روزانہ بھینس کے پیشاب سے نہا کر نماز پڑھتا ہے اور بطور دواء ایک گلاس پیتا ہے اور ایک چھٹانک گوبر کھاتا ہے، منع کرنے پر بتاتا ہے کہ "فتاوی ستاریہ" میں پاک اور بطور دواء حلال لکھا ہے، اور ان کتابوں میں ہمارے اہل حدیث مولویوں

نے سارے مسائل قرآن وحدیث کے لکھے ہیں۔ لہذا میرا یہ کھانا، پینا اور نہانا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور آپ کا منع کرنا غلط ہے۔

جناب ابو جابر دامانوی اور صدیق صاحب! اس پیشاب نوش وگوبر خور کا یہ معمول اور عادت جس آیت اور حدیث سے ثابت ہے وہ دکھائیں، نیز گوبر کھانے کی حدیث ضرور دکھائیں ورنہ مصنف کے خلاف فتوی دیجئے۔

بطور نمونہ یہ چند سوالات ذکر کردیئے ہیں تاکہ ان کا حدیث پر عمل کرنا اور اظہار حق معلوم ہوجائے۔ قیامت آجائے گی، سارے نام نہاد اور نقلی اہل حدیث مرجائیں گے، مگر اس موقع پر اظہار حق کی توفیق نہ ہوگی۔ دیدہ باید

اعجوبہ:

جن لوگوں نے تقلید ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر قرآن کریم اور احادیث مبارکہ پر عمل کے بہانے، آزادی اور آوارگی اختیار کی ہے، ان میں کوئی ایک عالم ایسا بتادیا جائے جس نے اپنی کتابوں میں جو کچھ مسائل لکھے ہیں وہ صرف قرآن وحدیث ہی کے مسائل ہیں، یا وہ جو بھی مسئلہ بتاتا ہے وہ قرآن وحدیث ہی کا مسئلہ بتاتا ہے۔ اگر ابو جابر دامانوی اور صدیق صاحب کی نظر میں کوئی ایسی کتاب یا شخصیت ہیں تو بتادیں۔ جناب کا احسان ہوگا۔ اور اگر کوئی ایسا عالم زندہ ہیں تو ہم خود جاکر ان سے پوچھنے کے لئے تیار ہیں۔

جناب ابو جابر دامانوی اور صدیق رضا صاحب کا اگر خود دعوی ہو یا ان کے متعلق کسی اور کا یہ دعوی ہو کہ یہ دونوں حضرات ہر مسئلہ قرآن کریم کی صریح آیت اور صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث سے بتاتے ہیں، تو سر دست تحریرا صرف تین مسئلے ان سے پوچھے جاتے ہیں، اور زبانی پوچھنے کے لئے ان کی مسجد میں جانے کو تیار ہیں۔ ہم تو ایک عرصے سے ایسے غیر مقلد مولوی کی تلاش میں ہیں جو قرآن و حدیث کے مسائل جانتا اور بتاتا ہو، لیکن آج تک کوئی نہیں ملا، شائد شیخ ابو جابر دامانوی ہماری اس تشنگی

کو دور فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱: فاتحہ کی جگہ پوری یا کچھ تشہد پڑھ کر یاد آنے پر فاتحہ پڑھی یا تشہد کی جگہ پوری یا کچھ فاتحہ پڑھ کر یاد آنے پر تشہد پڑھی، تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟ نماز صحیح ہے یا فاسد یا مکروہ؟ پوری اور کچھ پڑھنے کے حکم میں، نیز بھول اور قصد کے حکم میں اگر کوئی فرق ہے تو اسے بھی واضح کیجئے۔

مسئلہ نمبر ۲: ایک شخص رکوع سے کھڑے ہوتے وقت بھی رفع الیدین کرتا ہے اور قومہ سے سجدہ کی طرف جاتے وقت جب تکبیر کہتا ہے تو اس وقت بھی، اور دو سجدوں کے درمیان بھی، اور کہتا ہے کہ میں مجمع الزوائد اور متأخر الاسلام صحابی مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیثوں پر عمل کرتا ہوں، اور یہ بھی کہتا ہے کہ جو اس ناسخ حدیث اور قومہ سے سجدہ کی طرف جاتے وقت تکبیر کے ساتھ رفع کی غیر معارض حدیث پر عمل نہیں کرتا، اس کی نماز خلاف سنت اور ناقص ہے۔

جناب اس شخص کا یہ عمل اور قول و دلیل درست ہے یا غلط؟ آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ ناسخہ غیر منسوخہ سے اس کی غلطی ثابت کرنا ضروری ہے۔

سوال نمبر ۳: سہوا یا قصدا آمین بلند آواز سے نہ کہنے والے کی نماز کا کیا حکم ہے؟ سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟ نیز سریہ اور جہریہ میں اور جہریہ کی پہلی دو اور آخری رکعتوں میں جو سر اور جہر کا فرق ہے، یہ کس آیت اور حدیث کی بنا پر ہے؟ جماعت اور انفراد کا فرق کس آیت اور حدیث میں آیا ہے؟ عورت آہستہ اور مرد بلند آواز سے کہے، یہ تصریح کس آیت اور حدیث میں ہے؟

قارئین کرام! جس فرقہ اور ٹولے کے مولوی قرآن وحدیث کا نام لے کر مسئلہ ان کے خلاف بتاتے ہوں، اس ٹولے کی عوام کا کیا حال ہوگا؟

کیا انتشار کا سبب فقہ ہے؟:

نہیں! یہ کہنا ابو جابر دامانوی صاحب کی نری کذب بیانی اور بغض کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ان لامذہبوں میں اختلاف نہ ہوتا۔ جبکہ بے شمار مسائل میں ان کے درمیان شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔

چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں..... حافظ علی زئی صاحب لکھتے ہیں: آپ (حاجی اللہ دتہ صاحب) رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے اور اسی کے قائل تھے اس مسئلہ میں آپ کا اور شیخنا ابو القاسم محب اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ کا ایک ہی موقف تھا (ماہنامہ الحدیث حضرو ۱/۳۱)

(۱) قومہ میں ہاتھ باندھنا سنت یا نہ باندھنا سنت؟ علامہ محب اللہ الراشدی اور بدیع الزمان الراشدی کے ٹولوں میں اختلاف ہے۔

(۲) رفع الیدین فرض یا سنت؟ ترک سے نماز فاسد ہوگی یا صرف خلاف افضل یا خلاف سنت ہوگی؟ اس میں ان کا شدید اختلاف ہے۔

(۳) جوتے پہن کر نماز سنت اور ضروری ہے یا اتار کر؟ سنا ہے ڈالمیا میں دو جماعتیں ہوتی ہیں، ایک بغیر جوتوں کے اور ایک جوتوں سمیت۔ اور لانڈھی کراچی میں ایک مسجد کا نام ہی جوتوں والی مسجد رکھا گیا ہے۔

(۴) رمضان کے آخری عشرہ میں وتر تالا ہے یا نہیں؟ کراچی اور پنجاب کے فتوے مختلف ہیں۔

(۵) مجلس واحد کی تین طلاقیں تین ہیں یا ایک؟ اس میں ان کا شدید اختلاف ہے۔

(۶) نماز جنازہ میں بلند آواز سے قراءۃ سنت یا خلاف سنت؟ علامہ محب اللہ الراشدی خلاف سنت فرماتے ہیں جبکہ ان کے چھوٹے بھائی بدیع الزمان اور ان کی جماعت سنیت کے قائل ہیں۔

معترض مفسد کے اعتراض کا حاصل دو باتیں ہیں

(۱) فقہ حنفی میں اصل مسئلہ جواز کا ہے۔

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہ اور بنوری ٹاؤن کے مفتیان کرام زید مجدہم نے دجل، فریب اور جھوٹ سے کام لیا ہے۔

نمبر (۱) کا جواب

حنفیہ کا ظاہر مذہب عدم جواز کا ہی ہے جیسے ان مفتیان کرام زید مجدہم نے فرمایا ہے۔

علامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اختلف فی التداوی بالمحرم و ظاهر المذهب المنع (الشامیة ۱/ ۲۱۰)

''حرام چیزوں سے علاج کرنے میں اختلاف ہے اور ظاہر مذہب عدم جواز ہی کا ہے''۔

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ولا یخفی أن التداوی بالمحرم لا یجوز فی ظاهر المذهب (البحر الرائق ۳/ ۳۸۹)

''یہ پوشیدہ نہ ہے کہ حرام چیزوں سے علاج کرنا ظاہر مذہب میں جائز نہیں''۔

مشائخ کے اختلاف کی وجہ

ان حضرات کے اختلاف کی وجہ ''یقین شفاء'' کے مصداق میں اختلاف ہے۔ جن حضرات نے اس کا مصداق غلبہ ظن کو قرار دیا ہے انہوں نے اطباء کے کہنے اور تجربہ کی بنیاد پر جواز کا فتویٰ دیا اور جن حضرات نے اس کا مصداق حقیقتِ یقین ٹھہرایا ہے انہوں نے حرام کا فتویٰ دیا ہے

قال ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ: قال فی فتح القدیر: و أهل الطب یثبتون للبن البنت ای الذی نزل بسبب بنت مرضعة نفعا لوجع العین. و اختلف المشایخ فیه قیل لا یجوز و قیل یجوز اذا علم أنه یزول به الرمد و لا یخفی أن حقیقة العلم متعذر فالمراد اذا غلب علی الظن و الا فهو معنی المنع و لا یخفی أن التداوی بالمحرم لا یجوز فی ظاهر المذهب أصله بول ما یؤکل لحمه فانه لا یشرب أصلا (البحر الرائق ۳/ ۳۸۹، کتاب الرضاعة، المکتبة الرشیدیة، کوئٹة)

فرماتے ہیں ''فتح القدیر میں ہے کہ اہل طب حضرات بچی کی پیدائش کے بعد اترنے والے دودھ کو آنکھ کے درد میں مفید قرار دیتے ہیں۔ اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے، بعض عدم جواز اور بعض جواز کے قائل ہیں بشرطیکہ تکلیف کے ختم ہونے کا ظن غالب ہو اور یہ بات مخفی نہیں کہ حقیقت علم کا ادراک مشکل ہے لہٰذا اگر اس سے شفاء کا ظن غالب ہو تو جائز ورنہ ممنوع اگر ظن غالب مراد نہ ہو بلکہ

حقیقت یقین مراد ہو پھر جائز نہیں اور یہی منع کرنے والے بھی فرماتے ہیں اور یہ بھی مخفی نہیں کہ ظاہر مذہب کے مطابق تداوی بالمحرم جائز نہیں اصل اختلاف جو بیان ہوا ہے وہ ان جانوروں کے پیشاب کے بارے میں ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے پس اس کو بالکل نہیں پیا جائے گا، یعنی نہ تو علاج کی غرض سے نہ ہی کسی اور غرض سے"۔

قال العلامة الحصكفي رحمہ اللہ علیہ : (ولا يشرب) بوله (أصلا) لا للتداوي و لا لغيره عند أبي حنيفة.

وقال العلامة ابن عابدين رحمہ اللہ علیہ : (قوله عند أبي حنيفة) وأما عند أبي يوسف فانه وان وافقه على أنه نجس لحديث "استنزهوا من البول" الا أنه أجاز شربه للتداوي لحديث العرنيين. وعند محمد يجوز مطلقا. وأجاب الامام عن حديث العرنيين بأنه عليه الصلوة والسلام عرف شفاء هم به وحيا ولم يتيقن شفاء غيرهم. لأن المرجع فيه الأطباء وقولهم ليس بحجة، حتى لو تعين الحرام مدفعا للهلاک يحل كالميتة والخمر عند الضرورة وتمامه في البحر (الشامية ۱/۲۱۰، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

علامہ حصکفی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اور اس کا (حلال جانوروں کا) پیشاب مطلقاً نہیں پیا جائے گا نہ علاج معالجہ کے لئے اور نہ کسی دوسری غرض کے لئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے"

علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ جو انہوں نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں، تو بہر حال امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ حلال جانوروں کے پیشاب کے نجس ہونے میں اگر چہ امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کی موافقت فرماتے ہیں "استنزهوا من البول" یعنی پیشاب سے بچو، والی حدیث کی وجہ سے مگر وہ بغرض علاج پینے کی اجازت دیتے ہیں حدیث عرنیین کی بناء پر۔ اور امام محمد رحمہ اللہ علیہ مطلقاً جواز کے قائل ہیں یعنی علاج معالجہ وغیرہ سب میں کیونکہ

ان کے نزدیک بول ماکول لحمہ پاک ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ علیہ حدیث عرنیین کے جواب میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تو ان لوگوں کی یقینی شفاء، اس پیشاب میں بذریعہ وحی معلوم ہوگئی تھی اور ان کے علاوہ کسی اور کی شفاء کا یقینی علم نہیں۔ کیونکہ اس علاج معالجہ کے سلسلے میں مرجع اطباء حضرات ہیں اور شرعاً ان کا قول حجت نہیں، (کیونکہ ان کے قول سے یقین حاصل نہیں ہوتا) البتہ اگر یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ فلاں حرام چیز کے استعمال میں شفاء ہے اور ہلاکت سے بچاؤ ہے تو اس صورت میں استعمال جائز ہے جیسے مردار اور شراب (بھوک و پیاس کی) ضرورت کیوقت حلال اور جائز ہے۔

ہمارے حضرات حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب زید مجدھم اور جامعہ بنوری ٹاون کے مفتیان کرام زید مجدھم نے جو اصل مذہب کو سامنے رکھتے ہوئے عدم جواز کو راجح فرمایا ہے بالکل درست فرمایا ہے ذیل میں بعض فقہاء کرام رحمہ اللہ علیہ کی عبارتیں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ ہمارے اکابر زید مجدھم کے ارشاد کی مزید توثیق ہو۔

قال العلامة العيني رحمہ اللہ علیہ : قوله (م) وتأويل ما روى أنه عليه السلام عرف شفاء هم فيه وحيا (ش)...... اى أن النبي ﷺ عرف شفاء هم اى شفاء العرنيين فيه اى في بول الابل وحيا اى من حيث الوحي وهو نصب على التمييز فاذا كان من حيث الحكم يكون حكما ولا يوجد مثله في زماننا فلا يحل شربه لأنه لا يتيقن بالشفاء فيه فلا يعرض من الحرمة (البناية ۱/۴۴۷)

یعنی آپ ﷺ کو بذریعہ وحی یہ بتا دیا گیا تھا کہ ان (عرنیین) کی شفاء انہی اونٹوں کے پیشاب ہی میں ہے سو جب آپ ﷺ کا یہ ارشاد بطور حکم تھا تو اب اس کی تعمیل ان پر واجب ہوئی، اور اب ایسا ہمارے زمانے میں ممکن نہ رہا کہ شفاء کا یقین حاصل ہو جائے لہذا اب اس کی حرمت ہمیشہ رہے گی۔

وقال رحمہ اللہ علیہ ایضا : قوله (م) لا يتيقن بالشفاء فيه (ش) اى في شربه للتداوي (م) فلا يعرض عن الحرمة (ش) اى فاذا كان كذلك فلا تعرض عن كون شربه حراما الا

بیقین الشفاء فلا یوجد والمرجع الی ذلک بقول الاطباء وقولهم لیس بحجة قطعیة فیجوز أن یکون شفاء لقوم دون قوم لاختلاف الامزجة (البنایة ۱/۲۳۸)

یعنی علاج معالجہ کی غرض سے پیشاب پینے میں شفاء یقینی نہیں کیونکہ اس سے متعلق اطباء کے اقوال سے ایسا یقین حاصل نہیں ہوتا جس سے جواز ثابت ہو جائے، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اختلاف مزاج کی وجہ سے بعض کے لئے شفاء بنے اور بعض کے لئے نہیں لہذا اس کی حرمت برقرار رہے گی۔

قال العلامة الزیلعی رحمہ اللہ تعالی: قوله (ولا یجوز بالنجس الخمر) وکذا کل تداو لایجوز الا بالطاهر لما روی ابن مسعود أنه علیه الصلوة والسلام قال ان الله لم یجعل شفاء کم فیما حرم علیکم ذکره البخاری وعن ابی الدرداء أنه علیه الصلوة و السلام قال أنزل الداء والدواء وجعل لکل داء دواء فتداووا ولا تداووا بحرام رواه ابی داود (تبیین الحقائق ۷/۳۳)

یعنی علاج معالجہ پاکیزہ چیزوں کے سوا نجس چیزوں سے جائز نہیں، کیونکہ حضرۃ ابن مسعود ﷜ نے فرمایا: آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالی نے ان چیزوں میں تمہاری شفاء نہیں رکھی جن کو تم پر حرام کیا (بخاری) اور حضرت ابودرداء ﷜ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی نے تکلیف اور اس کی دواء دونوں چیزیں نازل فرمائی ہیں اور ہر تکلیف کے لئے کسی نہ کسی چیز کو دواء بنایا ہے پس تم علاج کیا کرو البتہ حرام چیزوں کو بطور دواء استعمال مت کرو (ابوداود)

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالی: تحت (قوله ولم یعلم دواء آخر) قال ونقل الحموی ان لحم الخنزیر لا یجوز للتداوی به وان تعین والله تعالی اعلم (الشامیة ۱/۲۱۰)

یعنی امام حموی رحمہ اللہ تعالی نے نقل فرمایا ہے کہ خنزیر کے گوشت کو بطور دواء استعمال کرنا جائز نہیں اگر چہ اس کے علاوہ علاج کی کوئی اور دواء نہ بھی ہو۔

قال العلامة الرافعی رحمہ اللہ تعالی: قوله (ونقل الحموی ان لحم الخنزیر الخ) یظهر ان

ما نقله الحموی مبنی علی قول الامام من عدم جواز التداوی بالمحرم لا علی مقابله من الجواز ولا یظهر الفرق بین الخنزیر وغیره والله اعلم (تقریرات الرافعی ۱/۲۶)

علامہ رافعی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ان کی یہ نقل حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے قول کے مطابق ہے کیونکہ آپ کے نزدیک مطلقاً تداوی بالمحرم ناجائز ہے لہذا ان کے ہاں اب خنزیر اور دوسرے محرمات میں فرق بھی نہ ہوگا۔

فائدہ: علامہ حموی رحمہ اللہ تعالی نے بھی عدم جواز ہی کو اختیار کیا ہے

قال العلامة ابن مازة البخاری رحمہ اللہ تعالی: ولو ان مریضا اشار الیه الطبیب بشرب الخمر روی عن جماعة من ائمة بلخ أنه ینظر ان کان یعلم یقینا أنه یصح حل له التناول وقال الفقیه عبد الملک حاکیا عن استاذه أنه لا یحل له التناول (المحیط البرهانی [illegible])

یعنی ڈاکٹر اگر کسی کو علاجاً شراب پینے کا مشورہ دے تو بلخ کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ یقین پر فیصلہ ہوگا، اگر شفاء کا یقین ہے تو جائز ورنہ نہیں۔ لیکن فقیہ عبدالملک نے اپنے استاذ سے مطلقاً عدم جواز ہی نقل فرمایا ہے۔

فائدہ: فقیہ عبدالملک اور ان کے استاد بھی مطلقاً عدم جواز کے قائل ہیں۔

قال الشیخ وهبة الزحیلی رحمہ اللہ تعالی: لکن قال الحنفیة یجوز التداوی بالمحرم ان علم یقینا ان فیه شفاء ولا یقوم غیره مقامه اما بالظن فلایجوز وقول الطبیب لایحصل به الیقین ولا یرخص التداوی بلحم الخنزیر وان تعین (الفقه الاسلامی وادلته ۳/۲۶۱۰)

وقال رحمہ اللہ تعالی: ولا یجوز الانتفاع بها للتداوی وغیره لأن الله تعالی لم یجعل شفاءنا فیما حرم علینا قال ﷺ لم یجعل شفاء کم فیما حرم علیکم فانه دل علی تحریم التداوی بما حرم تعالی وأنه لم یجعل الشفاء فیه ولما کانت الخمر محرمة دل علی التداوی بها (الفقه الاسلامی وادلته ۷/۵۴۹۳)

''البتہ حنفیہ کے نزدیک اگر یقینا شفاء کا علم ہو اور اس محرم کے سوا کوئی اور دواء موجود بھی نہ ہو تو تداوی بالمحرم جائز ہے۔ اور صرف ظن غالب ہو تو جائز نہیں۔ چونکہ طبیب اور ڈاکٹر کے قول سے یقین حاصل نہیں ہوتا (اور یقین کی اور کوئی صورت ہے ہی نہیں لہذا اب ہمیشہ حرام اشیاء سے علاج کرنا ناجائز رہے گا) اور خنزیر کے گوشت سے علاج کرنا (بھی) ناجائز ہے اگرچہ کوئی اور دواء نہ مل رہی ہو۔''

قال العلامة السرخسی رحمہ اللہ : و كذلك لا يحل أن يسقى الصبيين الخمر للدواء و غير ذلك و الاثم على من يسقيهم ، لأن الاثم على الخطاب و الصبى غير مخاطب و لكن من يسقيه مخاطب فهو الآثم .

و الأصل فيه حديث ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال : ان أولادكم ولدوا على الفطرة فلا تداووهم بالخمر و لا تغذوا هم بها فان الله تعالى لم يجعل فى رجس شفاء و انما الاثم على من سقاهم و يكره للرجل ان يداوى بها جرحا فى بدنه أو يداوى بها دابته لأنه نوع انتفاع بالخمر و الانتفاع بالخمر محرم شرعا من كل وجه (المبسوط ۸/۲۲، ۲۳، دار احياء التراث العربى ، بيروت)

''اور اسی طرح جائز نہیں کہ دواء وغیرہ کی غرض سے بچوں کو شراب پلائی جائے، اگر پلائی تو گناہ پلانے والے پر ہوگا۔ کیونکہ گناہ کا مدار خطاب یعنی تکلیف پر ہے اور بچہ غیر مخاطب یعنی غیر مکلف ہے لہذا پلانے والا مکلف ہی گنہگار ہوگا۔ اس مسئلے میں اصل اور دلیل حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے جس میں آتا ہے : بے شک تمہارے بچے فطرت پر پیدا ہوئے ہیں پس نہ تو شراب سے ان کا علاج کرو اور نہ ہی بطور غذا ان کو پلاؤ، کیونکہ اللہ تعالی نے کسی ناپاک چیز میں شفاء نہیں رکھی۔ بہرحال گناہ پلانے والے ہی کو ہوگا۔

اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بدن کا علاج شراب سے کرے یا جانور کے زخم کا علاج کرائے کیونکہ یہ بھی شراب سے نفع اٹھانے کی ایک صورت ہے اور شرعا ہر اعتبار سے شراب سے نفع

اٹھانا حرام ہے۔''

قال العلامة الكاسانی رحمہ اللہ : و كذا لا يجوز الانتفاع بها للمداواة و غيرها لأن الله تعالى لم يجعل شفاء نا فى ما حرم علينا و يحرم على الرجل أن يسقى الصغير الخمر فاذا سقاه فالاثم عليه دون الصغير لأن خطاب التحريم يتناوله (بدائع الصنائع ۵/۱۱۳، المكتبة الرشيدية، الكوئٹة)

''اور اسی طرح بطور علاج وغیرہ بھی اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے حرام چیزوں میں ہماری شفاء نہیں رکھی اور آدمی پر حرام ہے کہ وہ چھوٹے بچے کو شراب پلائے اگر پلائی تو گناہ اس پر ہوگا نہ کہ صغیر پر۔ کیونکہ حکم حرمت کا مخاطب مکلف ہے۔''

علاج اور بھوک و پیاس کا فرق

چونکہ وحی کے بغیر یہ ممکن نہیں کہ ہم کسی بھی دواء سے متعلق یہ جان سکیں کہ اس سے شفاء یقینی طور پر ملے گی اس وجہ سے اگر کوئی علاج نہ کرے اور مر جائے تو کوئی گناہ نہیں بلکہ طبیب اور ڈاکٹر کے کسی خاص دواء کے بارے میں مشورہ دینے کے باوجود کوئی علاج نہ کرے اور مر جائے تو کوئی گناہ نہیں جبکہ بھوک اور پیاس کا مسئلہ اس کے بالکل خلاف ہے کیونکہ ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ اس ماکول و مشروب سے بھوک پیاس ختم ہو جائے گی لہذا بھوک پیاس کے ازالہ کے لیے اگر حرام ماکول و مشروب کی ضرورت پڑ جائے تو استعمال واجب ہے ورنہ مرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

قال العلامة ابن مازة البخاری رحمہ اللہ : وفى النوازل اذا ظهر به داء فقال له الطبيب قد غلبك الدم فاخرجه فلم يخرجه حتى مات لا يكون ماخوذا لأنه لا يعلم يقينا ان الشفاء فيه و فيه ايضا استطلق بطنه أو رمدت عينه فلم يعالج حتى اضعفه ومات بسببه لا اثم عليه فرق بين هذا وبينما اذا جاع ولم ياكل مع القدرة على الأكل حتى مات فانه ياثم والفرق أن الاكل قدر قوته فيه شفاء يتعين فاذا ترکه صار مهلكا نفسه ولا كذالك

المعالجه (المحیط البرهانی ۱۱۷/۶)

اورنوازل میں ہے کہ ایک شخص بیمار ہوا طبیب نے اس سے کہا کہ آپ پر خون کا غلبہ ہے اس کو نکال لیں، اس نے نہیں نکالا اور مر گیا، تو گناہگار نہ ہوگا اس لئے کہ اس بات کا یقین نہیں کیا جا سکتا کہ شفاء اسی میں ہے اور نوازل میں یہ بھی ہے کہ کسی کا پیٹ جاری ہوا یا آنکھوں میں تکلیف ہوئی پھر اس نے علاج نہیں کیا یہاں تک کہ اس بیماری کی وجہ سے کمزور ہو کر مر گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (بہر حال اس علاج کے مسئلے میں اور بھوک اور پیاس کے مسئلے میں) فرق ہے اگر بھوکے نے باوجود قدرت کے نہ کھایا اور مر گیا تو گناہگار ہوگا۔ ایک فرق یہ بھی ہے کہ بقدر قوت کھانے میں شفاء یقینی ہے اور علاج میں شفاء یقینی نہیں لہذا کھانا چھوڑ کر مر گیا تو خودکشی کرنے والا سمجھا جائے گا۔

نمبر۲ کا جواب :

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان حضرات مفتیان کرام زید مجدہم نے جو کچھ لکھا ہے صحیح لکھا ہے اور حنفیہ کا اصل اور ظاہر مذہب یہی ہے تو دوسری بات کا جواب خود بخود ہوگیا کہ آپ نے ان پر الزام لگایا ہے کہ ان حضرات نے اپنے بزرگوں کے خلاف لکھا ہے نیز جامعہ بنوری ٹاؤن کے مفتیان کرام نے جس عبارت سے استدلال کیا ہے اہل علم اسے صحیح سمجھتے ہیں۔ اگر چمگادڑ کو دن میں نظر نہیں آتا تو اس میں سورج کا کیا گناہ ہے۔ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مابین کسی اختلافی مسئلہ کی وجوہ اور اہل اختلاف کا علمی مقام اور ان کے مختلف اقوال میں تطبیق و ترجیح ایسے امور ہیں جن کو مضبوط علمی استعداد رکھنے والے حضرات ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ہر کس ناکس کا یہ کام نہیں

قابل توجہ مشورہ

آپ غیر مقلدین ہمارے اکابر کو کبھی بھی ہدف تنقید نہ بنائیں، کیونکہ جب آپ ان پر بے جا تنقید کریں گے تو ان کے بچے خدام جواب تنقید کے طور پر آپ کے منگھڑت مذہب، جس پر تم نے قرآن وحدیث کا خوشنما لیبل لگایا ہے، کے پردے کو چاک کر کے اصلی صورت عامۃ الناس کے سامنے

آشکارہ کریں گے۔ جس کے بعد دجل وفریب کا دروازہ بند ہو جائے گا اور آپ کا کام ٹھپ ہو جائے گا۔ مثلاً زیر نظر مسئلہ اور اس کے متعلقات سے متعلق شاید آپ کو اپنا مذہب معلوم ہوگا کہ کتنا مہذب اور پاکدامن ہے۔ بطور نمونہ چند حوالے پیش خدمت ہیں۔

تقابلی جائزہ

مسئلہ زیر نظر اور اس کے متعلقات کا حکم کیا ہے۔ احناف کیا فرماتے ہیں اور غیر مقلدین کا مسلک کیا ہے؟

(۱) بے وضو قرآن کریم کو ہاتھ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

احناف :نہیں...... **غیر مقلدین** :جائز ہے (فتاوی ثنائیہ، بحوالہ تجلیات ۲۰۷/۵)

(۲) حالت جنابت میں یعنی ناپاک مرد اور عورت کو تلاوت قرآن کریم کی اجازت ہے یا نہیں؟

احناف :نہیں...... **غیر مقلدین** :اجازت ہے (فتاوی ثنائیہ، بحوالہ بالا)

(۳) جس عورت کے حیض (ماہواری) کے دن ہوں، وہ اس حالت حیض میں قرآن کریم کی تلاوت کر سکتی ہے یا نہیں؟

احناف :نہیں...... **غیر مقلدین** :کر سکتی ہے (فتاوی ثنائیہ، بحوالہ بالا)

(۴) قرآن کریم کو پاؤں کے نیچے رکھ کر اس پر کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟

احناف :نہیں...... **غیر مقلدین** :اگر کھانے کی چیز بلندی پر ہو تو قرآن کریم پر پاؤں رکھ کر چیز اتار کر کھا لینا جائز ہے (اوراق، بحوالہ بالا)

(۵) خون پاک ہے یا ناپاک؟

احناف :ناپاک ...... **غیر مقلدین** :حیض کے خون کے سوا سب خون پاک ہیں (کنز الحقائق، نزل الابرار، عرف الجادی، بدور الاہلہ، تیسیر الباری، بحوالہ بالا)

(۶) حلال جانوروں کا پیشاب، پاخانہ پاک ہے یا ناپاک؟

احناف : ناپاک ...... **غیر مقلدین** : پاک ہے، جس کپڑے پر لگا ہو اس میں نماز پڑھنا درست ہے نیز بطور ادویات استعمال کرنا بھی درست ہے (فتاوی ستاریہ، بحوالہ بالا)

(۷) منی پاک ہے یا ناپاک؟

احناف : ناپاک ...... **غیر مقلدین** : پاک ہے (اور ایک قول کے مطابق اس کا کھانا بھی جائز اور حلال ہے (عرف الجادی، کنز الحقائق، بدور الاہلہ، تیسیر الباری، بحوالہ بالا)

قارئین کرام ! جس مذہب میں بے وضو قرآن مجید کو ہاتھ لگانا جائز نہیں، حالت جنابت اور حالت حیض میں پڑھنا جائز نہیں اور اس کی طرف پاؤں پھیلانا درست نہیں، بھلا ایسے لوگ شرعی دلیل کے بغیر قرآن کریم کو نجاست سے لکھنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ جناب ابو جابر دامانوی اور صدیق رضا صاحب تمہارے مذہب کے یہ مسائل اتفاقی ہیں یا اختلافی؟ اتفاقی ہیں تو کس آیت اور حدیث سے؟ اختلافی ہیں تو بتائیں قرآن وحدیث کس کے ساتھ ہیں؟

جناب ! اپنے گھر کی خبر لیجئے، اسے قرآن وحدیث کی روشنی سے روشن اور مزین کیجئے۔ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب وغیرہ مفتیان کرام زید مجدہم کی اصلاح کی ہرگز آپ کو ضرورت نہیں۔ اللہ تعالی اہل حق کی دشمنی اور بغض سے محفوظ فرمائے کیونکہ ان کی دشمنی پر اللہ تعالی کی طرف سے اعلان جنگ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب (بخاری ص ۹۶۳ ج ۲) ترجمہ: جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے تو میری طرف سے اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔

"آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"

متعلق غیر مقلدیت

مرتب

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم

تلمیذ رشید

حضرت اقدس مفتی اعظم رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

حضرت اقدس عارف باللہ شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نزد صابری پارک ○ گلستان کالونی ○ کراچی

واحد تقسیم کنندہ

عبدالواحد قادری

مکتبۃ البخاری گلستان کالونی، نزد صابری مسجد، کراچی

موبائل: 0300-2140865 فون: 2520385

ملنے کے پتے

- جامعہ خلفائے راشدین ؓ، گریکس ماڑی پور روڈ، کراچی
- مکتبہ عمرؓ فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی
- اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن، کراچی
- نور محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی
- مکتبہ علیؓ و معاویہؓ سعید آباد، کراچی
- علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی
- کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی
- مکتبہ انفال توحیدی مسجد چاکیواڑہ کراچی
- ادارۃ الحرم 17 اردو بازار لاہور
- مکتبہ شہید الاسلام، ادارہ عمرؓ فاروق مرکزی جامع مسجد اسلام آباد

فہرست

رسالہ آٹھ مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تکبیر تحریم کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں

ہمارے احناف کے نزدیک سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ اس طرح اٹھائے جائیں کہ انگوٹھے کانوں کی لو اور انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصے اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہو جائیں۔

بہتر ہونے کی دلیل: تکبیرِ اول کے وقت ہاتھ اٹھانے سے متعلق تین قسم کی احادیث آئی ہیں۔

(١) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔(مسلم ١٦٨/١)

(٢) حضرت مالک بن حویرث ﷺ کی حدیث میں دونوں کانوں کے بالائی حصے تک اٹھانے کا بیان ہے۔(مسلم ١٦٨/١)

(٣) حضرت وائل بن حجر ﷺ کی حدیث میں کانوں کی لو کے قریب تک انگوٹھے اٹھانے کا بیان ہے۔(نسائی ١٤١/١)

تنبیہ : احناف نے جس طریقے کو اپنایا ہے اس سے تینوں

حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے، کسی صحیح حدیث کا ترک لازم نہیں آتا، کیونکہ احناف کے ہاں حدیث نمبر (۱) کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہتھیلیاں کندھوں تک اٹھالیں اور حدیث نمبر (۲) سے مراد یہ ہے کہ انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصے کے برابر کر دیئے اور حدیث نمبر (۳) میں تو انگوٹھے اور لو کی صراحت ہے۔

الحاصل: احناف کہتے ہیں کہ عمل ایک تھا جو ہم نے اختیار کیا، فرق صرف تعبیر کا ہے، اور اس فرق تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ کسی راوی نے انگلیوں کے سروں کو اہمیت دے کر اس نے کانوں کے بالائی حصہ کا ذکر کیا اور کسی نے ہتھیلیوں کو اصل اور اہم سمجھ کر کندھوں تک اٹھانے کو ذکر کر دیا اور کسی نے انگوٹھوں کا اعتبار کرتے ہوئے کانوں کی لو کا ذکر کیا۔

روایات میں تطبیق کی دلیل: ہم نے اوپر روایات میں جو تطبیق بیان کی ہے اور احادیث کا مطلب اس انداز پر ذکر کیا ہے جس سے تینوں حدیثوں میں اتحاد اور جوڑ پیدا ہو گیا اور اختلاف ختم ہوا، اسکی دلیل سنن نسائی کی حدیث ہے، کیونکہ جب انگوٹھے لو کے برابر ہوں گے تو ہتھیلیاں خود بخود کندھوں کی سیدھ میں آجائیں گی اور انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصے کے برابر ہو جائیں گے۔

غیر مقلدین کا اعتراف : غیر مقلد علامہ وحید الزمان صاحب نے

''کہاں تک ہاتھ اٹھائے جائیں'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے: ''جمہور علماء کا عمل اور بیان ہے کہ دونوں ہاتھوں کو دونوں مونڈھوں تک اس طرح اٹھایا جائے کہ انگلیوں کے سرے کانوں کے اوپر تک پہنچ جائیں اور انگوٹھے کانوں کی لو تک رہیں''۔ (ترجمہ مسلم ج ۲، ص ۱۸)

☆☆ کچھ سوالات ☆☆

(۱) صحیح مسلم کی دوسری حدیث جس میں کانوں کے بالائی حصے تک اٹھانے کا ذکر ہے کے خلاف کرتے ہوئے صرف کندھوں تک اٹھانے والے کی نماز صحیح ہے یا فاسد؟ جو غیر مقلد احناف کی ضد میں اس پر عمل نہیں کرتا اس کے اسلام پر کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ نیز جو غفلت سے اس حدیث پر عمل نہیں کرتا اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) تکبیر اول کے وقت ہاتھ اٹھانا فرض ہے یا واجب یا سنت؟ نہ اٹھانے کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہے یا نماز فاسد ہے؟

(۳) حضرت وائل رضی اللہ عنہ جو متاخر الاسلام ہیں کی حدیث سے کندھوں تک اٹھانے کی حدیث منسوخ کیوں نہیں؟ نیز نسخ کا قاعدہ قرآنی آیات و احادیث صحیحہ سے بیان کریں۔

☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہاتھ باندھنے کی کیفیت

ہمارے احناف کے نزدیک ہاتھ باندھنے کا سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھیں اور انگوٹھے اور چھنگلی سے بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑیں اور درمیان کی تین انگلیوں کو کلائی پر رکھیں۔

دلیل : اس مسئلہ میں احادیث تین قسم کی ہیں۔

(۱) حضرت وائل بن حجر ﷺ کی روایت میں ہے۔ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا۔ (مسلم ص۱۷۳ ج۱)

(۲) حضرت ہلب ﷺ کی روایت میں ہے يَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهٖ کہ دائیں سے بائیں کو پکڑتے تھے۔ (ترمذی ص۵۹ ج۱)

(۳) حضرت سہل ﷺ فرماتے ہیں: كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ أَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ، قَالَ أَبُوْحَازِمٍ: لَا أَعْلَمُهُ اِلَّا يَنْمِيْ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَ قَالَ اِسْمَاعِيْلُ: يُنْمٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يَقُلْ يَنْمِيْ (صحیح البخاری باب وضع الیمنی علی الیسری) کہ لوگوں کو کہا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔

فائدہ : ہمارے بتلائے ہوئے طریقہ پر تینوں قسم کی صحیح حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے، کیونکہ جب دائیں ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھا تو ''حدیث نمبر۱'' پر عمل ہوا، جب انگوٹھے اور چھنگلی سے گٹے کو پکڑا تو ''حدیث نمبر۲'' پر عمل ہوا اور جب تین انگلیوں کو بائیں کلائی پر رکھا تو ''حدیث نمبر۳'' پر عمل ہوا۔

تطبیق کی دلیل : ہم نے احادیث میں اتحاد، جوڑ اور تطبیق کی جو صورت پیش کی ہے اس کی دلیل امام نسائی رحمہ اللہ علیہ نے حدیث وائل ﷺ کے ذریعہ پیش فرمائی ہے۔

حضرت وائل ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی نماز کو دیکھا "فَقَامَ فَكَبَّرَ وَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا بِأُذُنَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ" (سنن النسائی ص ۱۴۱) یعنی پھر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت، گٹے اور کلائی پر رکھا۔

نسائی کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بائیں ہاتھ کی پشت اور گٹے کو چھوڑ کر کہنی کی طرف بازو کو پکڑنا حدیث کے خلاف ہے۔

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہاتھ ناف کے نیچے رکھنا چاہئے

ہم اہل السنۃ والجماعۃ احناف کے نزدیک ہاتھوں کوناف کے نیچے رکھنا احسن اور بہتر طریقہ ہے، اگر کسی نے ناف پر ہاتھ باندھے تو بھی درست ہے البتہ سینہ پر ہاتھ باندھنا مردوں کے لئے درست نہیں۔

نوٹ : خواتین کے لئے سینہ پر ہاتھ باندھنا اجماع سے ثابت ہے۔

حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: وَ أَمَّا فِیْ حَقِّ النِّسَاءِ فَاتَّفَقُوْا عَلٰی أَنَّ السُّنَّةَ لَهُنَّ وَضْعُ الْيَدَيْنِ عَلَى الصَّدْرِ (السعایۃ ۱۵۶/۲) "عورتوں کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ ان کے لئے سنت سینے پر ہاتھ رکھنا ہے"۔

دلائل : صحیح حدیث اور آثار صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت ہے جبکہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی ایک بھی صحیح حدیث نہیں، نیز صحاح ستہ میں کسی ایک صحابی یا تابعی رحمہ اللہ کا قول یا عمل بھی سینے پر باندھنے کا نہیں۔

(۱) عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ أَبِيْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهِ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ. (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۴۷/۱)

"حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا (باندھا)

فائدہ : تحت السرۃ کے الفاظ تین نسخوں میں ہیں

۱۔ جس سے مصر کے محدث قاسم نے نقل کیا ہے۔

۲۔ محمد اکرم نصرپوری کا نسخہ

۳۔ مفتی مکۃ المکرمۃ شیخ عبدالقادر کا نسخہ

توثیق حدیث

۱۔ محدث قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "ھذا سند جید" کہ اس کی سند جید ہے (بذل المجہود ص۲۳ ج۲)

۲۔ محدث ابوالطیب رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "ھٰذا حَدِیْثٌ قَوِیٌّ مِنْ حَیْثُ السَّنَدِ" یہ حدیث سند کے لحاظ سے مضبوط ہے (حوالہ بالا)

۳۔ علامہ سندھی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "رِجَالُهُ ثِقَاتٌ" اس کے راوی ثقہ ہیں۔

کلام علی سند الحدیث : (۱) وکیع رحمہ اللہ تعالی: امام

احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : مَا رَأَیْتُ أَوْعیٰ لِلْعِلْمِ مِنْ وَکِیْعٍ وَلَا أَحْفَظَ مِنْهُ (تہذیب التہذیب ص ۹۷ ج ٦) میں نے وکیع سے زیادہ کسی کو علم کو محفوظ کرنے والا اور یاد کرنے والا نہیں دیکھا۔

ابن معین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مَا رَأَیْتُ أَفْضَلَ مِنْ وَکِیْعٍ (تہذیب التہذیب ص ۸۰ ج ٦) میں نے وکیع سے کسی کو افضل نہیں دیکھا۔

(۲) مُوْسیٰ بْنُ عُمَیْرٍ رحمہ اللہ تعالیٰ : قَالَ ابْنُ مَعِیْنٍ وَّأَبُوْ حَاتِمٍ: مُوْسیٰ بْنُ عُمَیْرٍ ثِقَةٌ (میزان الاعتدال ص ۱۹۷ ج ۴) فرماتے ہیں: موسیٰ بن عمیر ثقہ ہیں۔

قَالَ الْحَافِظُ: وَقَالَ ابْنُ مَعِیْنٍ وَّ أَبُوْ حَاتِمٍ وَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ وَّ الْخَطِیْبُ وَ الْعِجْلِیُّ وَ الدَّوْلَابِیُّ: إِنَّ مُوْسیٰ بْنَ عُمَیْرٍ ثِقَةٌ (تہذیب ص ۵۵۸ ج ۵)

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ یہ چھ حضرات فرماتے ہیں کہ موسیٰ بن عمیر ثقہ ہیں۔

(۳) عَلْقَمَةُ رحمہ اللہ تعالیٰ : قَالَ الذَّهَبِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ فِیْ مِیْزَانِهٖ: عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ صَدُوْقٌ (میزان الاعتدال ص ۱۰۷ ج ۳) فرماتے ہیں: کہ علقمہ سچے ہیں۔

وَقَالَ الْحَافِظُ رحمہ اللہ تعالیٰ : ذَکَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِی الثِّقَاتِ وَ ذَکَرَهُ ابْنُ سَعْدٍ فِی الطَّبَقَةِ الثَّالِثَةِ مِنْ أَهْلِ الْکُوْفَةِ وَ قَالَ: کَانَ ثِقَةً قَلِیْلَ الْحَدِیْثِ (تہذیب ص ۲۷۰ ج ۷)

فرماتے ہیں کہ علقمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے ثقہ اور قابل اعتماد لوگوں میں سے شمار کیا ہے اور ابن سعد نے اہل کوفہ میں طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ ثقہ تھے اور کم حدیث بیان کرتے۔

﴿ عمل و آثار صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم ﴾

(۱) قَالَ أَبُوْ عِیْسیٰ : حَدِیْثُ هُلْبٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَّ الْعَمَلُ عَلیٰ هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ وَ التَّابِعِیْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ یَرَوْنَ أَنْ یَّضَعَ الرَّجُلُ یَمِیْنَهٗ عَلیٰ شِمَالِهٖ فِی الصَّلوٰةِ وَ رَأیٰ بَعْضُهُمْ أَنْ یَّضَعَهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ وَ رَأیٰ بَعْضُهُمْ أَنْ یَّضَعَهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ وَکُلُّ ذٰلِکَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ (ترمذی ص ۵۹ ج ۱)

ترجمہ از علامہ بدیع الزماں غیر مقلد: (امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی) ابو عیسیٰ نے کہا: حدیث ہلب کی حسن ہے اور اسی پر عمل ہے اہل علم کا صحابہ اور تابعین سے اور جو بعد ان کے تھے، کہتے تھے کہ رکھے ہاتھ داہنا اپنا بائیں پر نماز میں، اور کہا بعضوں نے کہ رکھے ان دونوں کو ناف کے اوپر، اور کہا بعضوں نے کہ رکھے ناف کے نیچے، یہ سب جائز ہے ان کے نزدیک (جائزۃ الشعوذی ج ۱)

نوٹ : یہاں خود غیر مقلد مولوی صاحب نے بھی ”فوق السرۃ“ کا ترجمہ ”ناف کے اوپر“ سے کیا ہے ”ناف سے اوپر“ کا ترجمہ نہیں کیا، اور

"سے"، اور "کے" کا فرق ظاہر ہے۔

نوٹ : حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا عمل کسی ایک صحابی، تابعی یا تبع تابعی کا نہ تھا ورنہ اس موقع پر ضرور نقل فرماتے۔

(۲) امام بخاری کے استاذ حضرت امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے سند صحیح سے حضرت ابومجلز تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عمل یوں نقل فرمایا ہے: "وَ يَجْعَلُهُمَا أَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ" کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۲۷ ج ۱)

﴿اشکالات وجوابات﴾

اشکال نمبر ۱: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تحت السرۃ کے الفاظ بعض نسخوں میں نہیں لہذا یہ احناف کا منگھڑت اضافہ ہے جو حجت نہیں۔

جواب : (۱) یہ ان کا خالص جھوٹ ہے ورنہ شہادت شرعیہ سے ثابت کریں کہ فلاں حنفی نے فلاں سن میں فلاں مہینے میں فلاں تاریخ کو فلاں نسخہ میں یہ اضافہ کیا۔

(۲) علامہ قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۸۴۹ھ) نے نویں صدی میں مصنف ابن ابی شیبہ کے ایک نسخہ سے "تحت السرۃ" کا اضافہ نقل کر کے فرمایا: "اِنَّ هٰذَا سَنَدٌ جَيِّدٌ" کہ اس کی سند جید اور قابل حجت ہے۔ لیکن ان پر

اس وقت کسی محدث نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ اضافہ احناف کا منگھڑت اضافہ ہے۔ ورنہ پوری دنیا کے غیر مقلد اس محدث کا نام بتائیں جنہوں نے انکار کر کے اس نسخہ کو غلط کہا ہو۔

اشکال نمبر ۲: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیثیں زیادہ ہیں، لہذا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیثوں پر سینہ پر ہاتھ رکھنے والی حدیثوں کو ترجیح ہوگی۔

جواب : (۱) جھوٹ بولتے ہیں ایک صحیح حدیث بھی ان کے پاس نہیں (مدلل نماز)

(۲) ان کے پاس سب سے مضبوط اور صریح دلیل حدیثِ ابن خزیمہ ہے اور وہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

جرح علی سندہ :

(۱) مؤمل بن اسماعیل : یہ ضعیف ہے۔

علامہ البانی غیر مقلد فرماتے ہیں: اِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ لِاَنَّ مُؤَمَّلًا وَّ هُوَ ابْنُ اِسْمَاعِيْلَ سَيِّءُ الْحِفْظِ (صحیح ابن خزیمۃ ۱/۲۴۳) کہ اس کی سند کمزور ہے کیونکہ مؤمل جو اسماعیل کے بیٹے ہیں، کا حافظہ صحیح نہیں۔

اعتراض : مؤمل بن اسماعیل کو ضعیف کہنا درست نہیں کیونکہ وہ صحیح بخاری کا راوی ہے۔

جواب : یہ اعتراض درج ذیل وجوہ کی بناء پر مدفوع اور باطل ہے

(۱) مؤمل بن اسماعیل کو خود آپ غیر مقلدین کے سرخیل علامہ ناصر الدین البانی صاحب نے سیء الحفظ کہکر اس کی وجہ سے سند کو ضعیف کہا ہے (ابن خزیمہ ۱/ ۲۴۳) لہذا آپ کا یہ اشکال پہلے البانی صاحب پر وارد ہے وہ جو جواب دیں وہی ہمارا جواب بھی تصور کیا جائے۔

(۲) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اصالۃ نہیں فرمایا بلکہ تعلیقا اس کو ذکر کیا ہے نیز امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات بھی نہیں ہوئی لہذا اس ذکر سے ان کا ثقہ ہونا ثابت کرنا درست نہیں۔ اسی وجہ سے حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس پر جرح کرتے ہوئے اسے کثیر الخطأ فرمایا ہے۔

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ رحمہ اللہ تعالیٰ : قَوْلُهُ : (وَ قَالَ مُؤَمَّلٌ) بِوَاوٍ مَهْمُوْزَةٍ وَزْنُ مُحَمَّدٍ وَ هُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيْلَ أَبُوْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْبَصْرِيُّ نَزِيْلُ (مَكَّةَ)، أَدْرَكَهُ الْبُخَارِيُّ وَ لَمْ يَلْقَهُ لِأَنَّهُ مَاتَ سَنَةَ سِتٍّ وَ مِائَتَيْنِ وَ ذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يَرْحَلَ الْبُخَارِيُّ وَ لَمْ يُخَرِّجْ عَنْهُ إِلَّا تَعْلِيْقًا وَ هُوَ صَدُوْقٌ كَثِيْرُ الْخَطَأِ قَالَهُ أَبُوْ حَاتِمٍ الرَّازِيُّ (فتح الباری ۱۳/ ۴۱)

ترجمہ: فرماتے ہیں: مؤمل سے ابن اسماعیل ابو عبدالرحمن البصری مراد ہیں جو کہ مکہ کا باشندہ تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا زمانہ پایا لیکن ان سے ملاقات نہیں ہو سکی، کیونکہ مؤمل ۲۰۶ ہجری میں، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے (مکہ) کوچ کرنے سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔ اسی بناء پر امام بخاری

رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے تعلیقا روایت نقل کی ہے اور ابو حاتم رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مؤمل صدوق ہیں لیکن حافظہ کی خرابی کی وجہ سے کثیر الخطأ ہیں۔

(۳) علامہ کرمانی اور حافظ عینی رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں حضرات اس پر متفق ہیں کہ یہاں مؤمل سے ابن ہشام مراد ہیں نہ کہ ابن اسماعیل۔ جس سے معلوم ہوا کہ معترض کا مؤمل صحیح بخاری میں ہیں ہی نہیں۔ لہذا "ذوا عدل منکم" آیت کے پیش نظر جب دو عادل مردوں کی شہادت آگئی تو اسے بلا چون وچرا قبول کر لینا چاہیے۔

قَالَ الْعَلَّامَةُ الْكِرْمَانِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : (مُؤَمَّلٌ) بِمَفْعُوْلِ التَّأْمِيْلِ ابْنُ هِشَامٍ . (الکرمانی ۹/ ۲۴/ ۱۶۰)

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : وَ قَالَ مُؤَمَّلٌ ، يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ أَحَدُ مَشَايِخِ الْبُخَارِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ (عمدۃ القاری ۱۶/ ۳۴۹)

الحاصل علامہ کرمانی اور حافظ عینی رحمہما اللہ تعالیٰ ان دو حضرات کے نزدیک تو یہ مؤمل سرے سے وہ نہیں جو سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت میں ہے کیونکہ وہ اسماعیل کا بیٹا ہے اور یہ ہشام کا بیٹا۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اگر چہ اسے اسماعیل کا بیٹا تسلیم کیا ہے لیکن ساتھ ساتھ اس پر جرح بھی نقل فرمائی ہے۔

(۲) سفیان (۳) عاصم بن کلیب : ان حضرات کو خود غیر مقلدین نے "ترک رفع" کی بحث میں ضعیف اور نا قابل استدلال قرار

دیا ہے۔

اشکال نمبر ۳: سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث ابن خزیمہ میں ہے۔ اور ابن خزیمہ کی تمام احادیث صحیح ہیں، لہذا یہ حدیث بھی صحیح ہوگی اور اس کو ضعیف کہنا غلط ہوگا۔

جواب: قَالَ ابْنُ حَجَرٍ الْمَكِّيُّ: قَالَ عِمَادُ الدِّيْنِ: وَكَمْ حَكَمَ ابْنُ خُزَيْمَةَ بِالصِّحَّةِ لِمَا لَا يَرْتَقِيْ رُتْبَةَ الْحَسَنِ الخ (هامش درهم الصرة ص ۸۱)

ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ نے ایسی کتنی حدیثوں کو صحیح کہا ہے جو "حسن" کے درجہ تک بھی نہیں پہنچتیں۔ لہذا بلا تحقیق ابن خزیمہ کی حدیث معتبر نہیں۔

اشکال نمبر ٤: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (الآیۃ) کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر سینہ پر باندھ دیا۔ (البیہقی ص ۳۰ ج ۲)

جواب: علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "فِيْ سَنَدِهِ وَمَتْنِهِ اِضْطِرَابٌ" (الجوهر النقی ص ۳۰ ج ۲) کہ اس روایت کی سند اور متن دونوں میں اضطراب ہے (لہذا قابل استدلال نہیں)۔

اشکال نمبر ۵: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سورۂ کوثر کی

آیت "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" سے متعلق فرمایا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر باندھے نماز کے اندر۔ (بیہقی ص ۳۱ ج ۲)

جواب: یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی "رَوْحُ بْنُ الْمُسَيَّبِ" ہے، جو ضعیف ہے۔

ابن عدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "يَرْوِيْ عَنْ ثَابِتٍ وَيَزِيْدَ الرَّقَاشِيِّ اَحَادِيْثَ غَيْرَ مَحْفُوْظَةٍ" کہ یہ روح، ثابت اور یزید سے غیر محفوظ حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ (الجوهر النقی ص ۳۰ ج ۲، میزان الاعتدال ص ۵۰ ج ۲)

ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "يَرْوِي الْمَوْضُوْعَاتِ لَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ" کہ وہ گھڑی ہوئی روایات روایت کرتا ہے لہذا اس سے روایت لینا حلال اور جائز نہیں۔ اسی طرح اس کی سند کا دوسرا راوی عمرو الکندی بھی ضعیف ہے۔

قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ رحمہ اللہ تعالیٰ: "عَمْرٌو الْكِنْدِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ عَنِ الثِّقَاتِ يَسْرِقُ الْحَدِيْثَ" (الجوهر النقی ص ۳۰ ج ۲) ابن عدی فرماتے ہیں کہ عمرو الکندی منکر الحدیث ہے، ثقہ لوگوں سے حدیث چراتا ہے۔ ضعفہ (الکندی) ابو یعلی الموصلی ذکرہ ابن الجوزی، یعنی ابو یعلی موصلی نے عمرو کندی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (الجوهر النقی علی هامش البیهقی ص ۳۰ ج ۲)

﴿ جبال العلم حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات ﴾

(۱) ملک العلماء امام کاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَاَمَّا مَحَلُّ

الْوَضع فَمَا تَحتَ السُّرَّةِ فِیْ حَقِّ الرِّجَالِ " کہ مردوں کے لئے ہاتھ (باندھ کر) رکھنے کی جگہ ناف کے نیچے ہے۔ (بدائع الصنائع ۱/۲۰۱)

(۲) شمس الائمہ امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَ اَمَّا مَوْضِعُ الْوَضعِ فَالْاَفضَلُ عِندَنَا تَحتَ السُّرَّةِ" کہ ہاتھ (باندھ کر) رکھنے کی افضل جگہ ہمارے نزدیک ناف کے نیچے ہے۔ (المبسوط ۱/۲۹)

(۳) امام برہان الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَ یَعتَمِدُ بِیَدِہِ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی تَحتَ السُّرَّةِ" کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے۔ (الهداية ۱/۱۰۶)

(۴) محقق ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی "تَحتَ السُّرَّةِ" ہی کو راجح قرار دیا ہے۔ (فتح القدير ۱/۲۴۹)

(۵) محقق زمان امام قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں: "یَضَعُ بِیَدِہِ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی تَحتَ السُّرَّةِ" کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے گا۔ (الخانية على هامش الهندية ۱/۸۷)

(۶) حافظ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی "تَحتَ السُّرَّةِ" ہی کو ترجیح دی ہے۔ (البناية ۱/۶۰۹ ، عمدة القاری ۴/۳۸۹)

(۷) علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی "تَحتَ السُّرَّةِ" ہی کو راجح فرمایا ہے۔ (البحر الرائق ۱/۵۳۸)

(۸) ملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی "تَحتَ السُّرَّةِ" ہی کو راجح فرمایا ہے۔ (المرقات ۲/۵۰۹)

(۹) مفتی شام امام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں: "فَالْوَضعُ مُطلَقًا سُنَّةٌ وَ کَوْنُہُ تَحتَ السُّرَّةِ سُنَّةٌ اُخرٰی اَبُو السُّعُوْد" کہ ہاتھ باندھ کر رکھنا جدا سنت ہے اور ناف کے نیچے رکھنا الگ سنت ہے۔ (حاشية الطحطاوی علی الدر المختار ۱/۲۱۳)

(۱۰) عالم باعمل مفتی شام علامہ علاؤ الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَکَوْنُہُ تَحتَ السُّرَّةِ لِلرِّجَالِ" یعنی مردوں کے لئے یہ ہے کہ ہاتھ باندھ کر ناف کے نیچے رکھے (رد المحتار ۱/۴۸۷)

☆☆☆سوالات☆☆☆

(۱) صحیح مسلم کی حدیث میں دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے، اور اس کا ظاہری معنی وہی ہے جو مصافحہ میں "ید" کے لفظ کا کیا جاتا ہے، جس طرح وہاں "ید" سے مراد پنجے اور گٹے تک ہاتھ ہے اسی طرح یہاں بھی یہی مراد ہوگی، لہٰذا اس حدیث کے خلاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ان احادیث میں جب تطبیق اور جوڑ کی صورت موجود ہے، تو اسے چھوڑ کر بعض احادیث پر عمل کرنا اور بعض کو بیکار چھوڑنا، کیا (نام نہاد) اہلحدیث کا کام یہی ہے؟

(۳) حدیث مسلم اور حدیث نسائی کی مخالفت کر کے کہنی پکڑنے

سے نماز ہوگی یانہیں؟

(۴) ہاتھ باندھنا فرض ہے یا واجب یا سنت اور مستحب؟ نہ باندھنے والوں کی نماز ہوتی ہے یانہیں؟ اور بھولے سے نہ باندھنے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے یانہیں؟

(۵) جولوگ نماز میں کہنی نہیں پکڑتے بلکہ صحیح مسلم اور سنن نسائی کی حدیث کے مطابق ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھتے ہیں ان کی نماز ہوتی ہے یانہیں؟

جواب آیات واحادیث صحیحہ غیر معارضہ سے دینا ضروری ہے۔ ورنہ غیر مقلدیت سے توبہ کا اعلان۔

☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ رفع الیدین

ہمارے احناف کے نزدیک عام نمازوں میں تکبیر تحریم کے وقت ہاتھ اٹھانا سنت ہے، اس کے علاوہ کہیں بھی سنت نہیں۔

☆☆ ترک رفع کے دلائل ☆☆

(۱) آیہ کریمہ: ﴿قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾ (المومنون آیت ۲)

اس کا معنی تاج المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ کیا ہے: مُخْبِتُوْنَ مُتَوَاضِعُوْنَ لَایَلْتَفِتُوْنَ یَمِیْنًا وَّلَا شِمَالًا وَّلَا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَهُمْ فِی الصَّلٰوةِ (تفسیر ابن عباس ۳۵۹) خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع یدین بھی نماز میں نہ کرے۔

تنبیہ: تکبیر اول کی رفع "فِی الصَّلٰوۃ" نہیں بلکہ خارج الصلوۃ ہے کیونکہ حنفیہ کے ہاں تکبیر اول شرط ہے رکن نہیں کَمَا لَایَخْفٰی ، اور عیدین و وتر جدا نمازیں ہیں ان کو عام نمازوں پر قیاس کرنا درست نہیں ، اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف جو رفع کا عمل منسوب کیا گیا ہے وہ ضعیف ہے اور ان کے قول کے خلاف ہے۔

احادیث مبارکہ

(۱) حدیث ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ اَنَّهٗ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ فَذَكَرْنَا صَلٰوةَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدِ السَّاعِدِیُّ اَنَا كُنْتُ اَحْفَظَكُمْ لِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَاَيْتُهٗ اِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ اَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهٗ فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ اسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهٗ وَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَّلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَاِذَا جَلَسَ فِی الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى فَاِذَا جَلَسَ فِی الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْاُخْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى مَقْعَدَتِهٖ

(صحیح بخاری صفحہ ۱۱۴ جلد ۱)

ترجمہ: محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت نبی

اکرم ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی نماز کا ذکر کیا تو ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ کی نماز تم سب سے مجھے خوب یاد ہے میں نے دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے تکبیر کہی تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر لے گئے اور جب رکوع کیا تو مضبوطی سے گھٹنوں کو پکڑ لیا پھر کمر کو برابر کیا پھر جب سر اٹھایا تو سیدھے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ہر مہرہ اپنی جگہ واپس آ گیا اور جب سجدہ کیا تو ہاتھوں کو اس طرح رکھا کہ نہ تو زمین پر بچھائے ہوئے تھے اور نہ ہی بند تھے اور پاؤں کی انگلیوں کے کنارے قبلہ کی طرف کئے ہوئے تھے پھر جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھ گئے تو بائیں پیر پر بیٹھ گئے اور دائیں کو کھڑا کیا پھر جب آخری رکعت پر بیٹھ گئے تو بائیں پیر کو آگے نکال دیا اور دوسرے کو کھڑا کیا اور سرین پر بیٹھ گئے۔

طرز استدلال : اس موقع پر حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کا مقصود نماز کے افعال بتانا ہے نہ کہ اقوال و اذکار۔ حنفیہ جس طرح پوری نماز میں صرف ایک مرتبہ رفع یدین کرتے ہیں اس حدیث صحیح میں بھی صرف ایک ہی مرتبہ رفع یدین کا ذکر ہے اور بس۔

اعتراض نمبر ۱ : اس حدیث میں جس طرح رکوع کی رفع کا ذکر نہیں اسی طرح ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی نہیں تو جس طرح اسکے عدم ذکر سے نفی نہیں ہوتی، رفع کے عدم ذکر سے بھی رفع کی نفی نہ ہوگی؟

جواب : ہاتھ باندھنے کے فعل پر رکوع کی رفع کو قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابوحمید ؓ کی نظر میں ہاتھ باندھنے کی زیادہ اہمیت نہ تھی یا ذہول ہوگیا جبکہ رفع یدین میں اس قسم کی بات نہیں کہی جاسکتی کیونکہ شروع میں ذکر کرنا اس کی اہمیت اور عدم ذہول کی واضح دلیل ہے لہذا سیدھی اور صاف بات جو انصاف پر مبنی ہے وہ یہی ہے کہ رکوع کے وقت رفع نہیں تھی اس وجہ سے ذکر نہیں فرمایا۔

اعتراض نمبر ۲ : ترمذی، ابوداود وغیرہما میں یہی حدیثِ ابوحمید الساعدی موجود ہے اس میں رکوع کی رفع کا ذکر بھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عدم ذکر نفی کے لئے نہیں؟

جواب : اولاً رات دن بخاری، مسلم کی رٹ لگا کر یہ دعویٰ کرنے والے کہ ہماری دلیل بخاری ومسلم میں ہے، کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ بخاری شریف کی حدیث کے مقابلہ میں کسی دوسری کتاب کی حدیث پیش کر کے کہے کہ بخاری کی حدیث ناقص ہے۔

ثانیاً ترمذی، ابوداود کی روایت پر کلام موجود ہے، محدثین نے اس کے بعض رُوات پر جرح کی ہے جس کا تفصیلی ذکر آگے ہم ان شاء اللہ تعالی اپنے مقام پر کریں گے۔

اعتراض نمبر ۳: اس حدیث میں "تورک" کا بھی ذکر ہے جس پر حنفیہ کا عمل نہیں، تو یہ آدھا تیتر آدھا بٹیر کا معاملہ کیوں؟

جواب : حنفیہ کے نزدیک دونوں قعدوں میں افضل اور بہتر صورت بیٹھنے کی، افتراش کی ہے اور یہ حدیث صحیح سے ثابت ہے، اس حدیث میں جس صورت کا بیان ہے وہ بیانِ جواز یا عذر پر محمول ہے لہذا ہم اس حدیث کے تارک نہیں جس کا بدن بھاری ہو یا معذور ہو اس کا حکم ہمارے احناف کے ہاں بھی یہی ہے۔

سوال نمبر ۱ : وہ صحیح حدیث جس میں افتراش کی صورت کا ذکر ہے کس کتاب میں ہے؟ مع صفحہ تحریر کیجئے۔

جواب : وہ حدیثِ صحیح، صحیح مسلم صفحہ ۱۹۴-۱۹۵ جلد ۱ پر ہے نیز امام نووی رحمہ اللہ تعالی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ حنفیہ کی صریح دلیل ہے۔

سوال نمبر ۲ : اگر کوئی کہے کہ یہ صورت عذر اور بیان جواز پر محمول ہے اور تورک کی صورت اصل سنت ہے تو؟

جواب : یہ دو (۲) وجہ سے درست نہیں۔

(۱) معذور کے لئے تورک آسان ہے افتراش مشکل ہے۔

(۲) افتراش میں چونکہ اعضاء چست رہتے ہیں اور تورک کی نسبت اس میں تعب اور تھکاوٹ بھی زیادہ ہے اس لئے اصل وافضل صورت افتراش ہی کی ہونی چاہئے دیکھئے نماز کے دوسرے افعال میں بھی چستی کا لحاظ رکھا گیا ہے جیسے سجدہ میں ہاتھ زمین سے دور، بازو پہلو سے دور اور پیٹ ران سے دور ہونے کے حکم میں چستی ظاہر ہے۔

(۲) حدیث جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَالِيْ أَرَاكُمْ رَافِعِيْ أَيْدِيْكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ. (مسلم صفحہ ۱۸۱ جلد ۱)

ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس (اس حال میں کہ ہم نوافل وغیرہ میں مصروف تھے) حضرت رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے آئے پھر فرمایا مجھے کیا ہوا کہ میں تم کو دیکھ رہا ہوں کہ تم مست شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اٹھاتے ہو، نماز میں سکون سے رہو۔

طرز استدلال : اس حدیث میں "اسکنوا فی الصلٰوۃ" کے جملے نے تکبیر اول اور سلام کے درمیان پوری نماز میں سکون کا حکم دے کر بتا دیا کہ اس درمیان میں رفع یدین نہیں، اور "مَالِيْ أَرَاكُمْ رَافِعِيْ أَيْدِيْكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ" کے جملے نے اس رفع کو جو پہلے تھی منسوخ کر دیا۔

فالحمد للہ تعالیٰ کہ حنفیہ کا پورا مسئلہ ثابت ہوگیا۔

اعتراض نمبر ۱ : یہ حدیث سلام کے وقت رفع یدین کے نسخ سے متعلق ہے جیسا کہ اس سے قبل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سلام سے متعلق ہے۔

جواب : اس حدیث کو اُس حدیث کے تابع کرنا تین وجہ سے درست نہیں۔

(۱) اُس میں جماعت کی نماز کا قصہ ہے جب کہ یہاں تنہا نفل نماز وغیرہ کا ذکر ہے۔

(۲) اُس میں سلام کے وقت رفع کی تصریح ہے جب کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ بھی نہیں۔

(۳) اس میں "اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ" کہ نماز میں سکون سے رہو، کی تصریح ہے کہ پوری نماز میں سکون کا حکم ہے جب کہ اُس حدیث میں اس طرح عام حکم نہیں بلکہ اس میں خاص سلام کے وقت کا حکم بتایا گیا ہے۔

اعتراض نمبر ۲ : امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سلام کے وقت رفع پر محمول کیا ہے۔

جواب : وہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں ان کی تاویل ہم احناف پر حجت نہیں اور غیر مقلدین (جو ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ سے آزاد ہیں) کے لئے مفید نہیں۔

اعتراض نمبر ۳ : یہ حدیث تکبیر اول کے وقت رفع یدین کے بھی تو خلاف ہے پھر وہ کیوں کرتے ہو؟

جواب : دو وجہ سے: (۱) ہمارے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تکبیر اول اور رفع یدین خارج الصلوٰۃ ہیں، فی الصلوٰۃ نہیں۔ (۲) اس پر اجماع ہے اور اجماع ہمارے ہاں مستقل دلیل ہے۔

اعتراض نمبر ٤ : اس حدیث میں رفع یدین سے رکوع وغیرہ کی رفع مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز میں ادھر ادھر ہاتھ نہ ہلاؤ۔

جواب : یہ اعتراض تو اس پر مبنی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نماز خشوع وخضوع کے

بغیر ہو رہی تھی "حاشا و کلّا" حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ وہ تنے کی طرح بے جان و بے حرکت کھڑے ہوتے تھے معلوم ہوا کہ یہ وہی رفع ہے جس کی شروع میں اجازت تھی یعنی رکوع سے قبل وبعد وغیرہما۔

سوال : کیا کسی حنفی نے اس حدیث سے ترک رفع پر استدلال کیا ہے؟

جواب : جی ہاں ! ملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : وَلَيْسَ فِيْ غَيْرِ التَّحْرِيْمَةِ رَفْعُ يَدٍ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ لِخَبَرِ مُسْلِمٍ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الخ (مرقاۃ صفحہ ٥٠٤ جلد ٢)

ترجمہ : حدیث مسلم عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تکبیر تحریم کے سوا کہیں بھی رفع نہیں۔

(۳) حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قَالَ : رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ وَ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فَلَا يَرْفَعُ وَلَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ. (مسند حمیدی صفحہ ۲۷۷ جلد ۲ ، مسند ابی عوانہ صفحہ ٢٤٤ جلد ١)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب نماز شروع کی تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کیا اور رکوع سے سر اٹھایا تو ہاتھ نہیں اٹھائے اور نہ سجدوں کے درمیان اٹھائے۔

طرز استدلال : اس حدیث میں تصریح ہے کہ شروع میں ہاتھ اٹھاتے (یہی حنفیہ کا مسئلہ ہے) اور اس کی بھی تصریح ہے کہ رکوع سے قبل وبعد ہاتھ نہیں اٹھاتے (حنفیہ بھی یہی کہتے ہیں) یہ حدیث صحیح حنفیہ کی صریح دلیل ہے اس سے مثبت و منفی دونوں دعوے ثابت ہو گئے۔ فالحمد للہ تعالیٰ علی ذلک

اشکال : اس حدیث میں " فَلَا يَرْفَعُ " کہ آپ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے، شاذ ہے۔

جواب : مولوی ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے بھی اپنے ایک رسالہ میں اس بات پر زور لگایا کہ "فَلَا يَرْفَعُ" شاذ ہے لیکن اس کو شاذ ثابت نہ کر سکے کیونکہ شاذ کو ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ اس حدیث کے مقابلہ میں ایسی صحیح حدیث دکھاتے جو محفوظ بھی ہو اور اس میں یہ جملہ بھی ہو کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع یدین کرتے رہے (کیونکہ سالبہ جزئیہ کی نقیض موجبہ کلیہ آتی ہے مہملہ اور جزئیہ اس کی نقیض نہیں بنتی) مگر وہ قضیہ مہملہ ہی دکھاتے ہیں چونکہ مولوی ارشاد الحق کا یہ جواب ان کی جماعت کو بھی پسند نہ آیا اس لئے ان کا یہ رسالہ چند دنوں میں مرحوم ہو گیا۔

اشکال : دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں جو مسند حمیدی کا قلمی نسخہ ہے اس میں اگرچہ "یرفع یدیه" کا جملہ رکوع کے ساتھ نہیں تو " فلا یرفع" بھی نہیں لہٰذا یہ حدیث اگر رفع کی دلیل نہیں تو ترک رفع کی دلیل بھی نہیں۔

جواب : مسند حمیدی کے قلمی نسخے کئی ہیں، اگر اس ایک قلمی نسخے میں

"لایرفع" نہیں، تو درج ذیل قلمی نسخوں میں "لا یرفع" کا جملہ موجود ہے۔

١۔ نسخہ سعدیہ ٢۔ نسخہ دیوبندیہ ٣۔ نسخہ عثمانیہ ٤۔ نسخہ کندیاں شریف، لہٰذا اس کے ثبوت میں کوئی شک نہیں، اس جملہ کا انکار صراحۃً نبی اکرم ﷺ کی صحیح حدیث کا انکار ہے۔

تنبیہ: مزید مزیدار بات یہ ہے کہ مسند حمیدی کا نسخہ دیوبندیہ میاں نذیر حسین غیر مقلد کے دو شاگردوں نذیر حسین عرف زین العابدین اور محی الدین زینی کا لکھا ہوا ہے جو دونوں غیر مقلد ہیں۔

مدونہ صفحہ ١٦٦ جلد ١ پر صحیح سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ان الفاظ میں موجود ہے۔ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ التَّكْبِيْرَ لِلصَّلَاةِ. یہ حدیث بھی دو وجہ سے ترک رفع کی دلیل ہے:

(١) اس میں جزاء شرط پر مقدم ہے جو کہ مفید حصر اور تخصیص ہے۔

(٢) مدونہ میں اس حدیث سے ترک رفع پر استدلال کیا ہے۔

(٤) حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ: أَلَا أُصَلِّيْ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِيْ أَوَّلِ مَرَّةٍ. (ترمذی صفحہ ٥٩ جلد ١)

ترجمہ: علقمہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نے فرمایا، کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ والی نماز نہ پڑھاؤں پھر نماز پڑھی اور صرف پہلی بار رفع یدین کیا اور بس۔

توثیق حدیث:

(١) امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَسَنٌ.

(ترمذی صفحہ ٥٩ جلد ١)

(٢) اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور تلقی بالقبول صحت حدیث کی بہت بڑی علامت اور دلیل ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر صفحہ ٢٥)

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَسَنٌ وَبِهٖ يَقُوْلُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِيْنَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَأَهْلِ الْكُوْفَةِ. (ترمذی صفحہ ٥٩ جلد ١)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور صحابہ و تابعین میں سے بے شمار اہل علم یہی کہتے ہیں اور یہی قول سفیان اور اہل کوفہ کا ہے۔

(٣) علامہ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو صحیح کہا ہے، قَالَ صَاحِبُ الْجَوْهَرِ: فَإِنَّ ابْنَ حَزْمٍ صَحَّحَهٗ فِي الْمُحَلّٰى. (الجوهر النقی علی هامش البیهقی ص ٧٧ ج ٢)

(٤) علامہ ماردینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی توثیق فرمائی ہے، فرماتے ہیں: "وَالْحَاصِلُ أَنَّ رِجَالَ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ" (الجوهر النقی ٢/٧٨)

(۵) علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس حدیث کا دارومدار عاصم بن کلیب پر ہے اور وہ ثقہ ہیں۔ امام ابن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (نصب الرایہ صفحہ نمبر ۳۰۱ ج ۱)

(۶) امام ابن قطان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حوالہ بالا)

(۷) امام دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے۔ (حوالہ بالا)

(۸) امام ابن عدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''کامل'' میں اسے صحیح فرمایا ہے۔ (الکوکب الدری صفحہ ۱۳۲، بحوالہ نور الصباح)

(۹) محمد خلیل ہراس غیر مقلد فرماتے ہیں: وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ. یعنی یہ حدیث صحیح ہے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔ (حاشیہ محلی صفحہ ۲۹۲، جلد ۲، بحوالہ نور الصباح)

(۱۰) علامہ احمد محمد شاکر غیر مقلد فرماتے ہیں: وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَمَا قَالُوهُ فِي تَعْلِيلِهِ لَيْسَ بِعِلَّةٍ. (شرح ترمذی صفحہ ۴۱، جلد ۲، بحوالہ نور الصباح)

''یہ حدیث صحیح ہے اور جن لوگوں نے اس میں علتیں بیان کی ہیں وہ (صحیح نہیں کیونکہ) اس میں کوئی علت نہیں''۔

(۱۱) مولانا عطاء اللہ غیر مقلد فرماتے ہیں: ثم لم یعد کے جملہ کے

متعلق بعض لوگوں نے گفتگو کی ہے لیکن قوی اور مضبوط بات یہ ہے کہ یہ جملہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ (الی قولہ) اور بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (تعلیقات سلفیہ علی سنن النسائی صفحہ ۱۲۳، جلد ۱، بحوالہ نور الصباح)

اعتراض: امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول "لَمْ يَثْبُتْ حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ الخ" نقل کر کے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے۔

جواب نمبر ۱: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دو حدیثیں مروی ہیں۔

(۱) قولی (۲) عملی یعنی جس میں خود عمل کر کے بتا دیا، اعتراض کا تعلق قولی روایت سے ہے، عملی روایت پر کوئی اعتراض نہیں، دو وجہ سے۔ (۱) عملی روایت کو خود عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کر رہے ہیں دیکھو۔ (نسائی صفحہ ۱۱۷ جلد ۱)

(۲) عملی روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حسن قرار دیا ہے دیکھو۔ (ترمذی صفحہ ۵۹ جلد ۱)

جواب نمبر ۲: بالفرض اگر عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول "لَمْ يَثْبُتْ" کا تعلق اس عملی روایت سے ہوتا جس سے ہم استدلال کرتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ اگر ان کے ہاں ثابت نہیں ان کے سوا بہت سے جلیل القدر محدثین کے ہاں ثابت ہے۔

علامہ ماردینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّ عَدَمَ ثُبُوْتِهٖ عِنْدَ ابْنِ

الْمُبَارَکِ مُعَارِضٌ ثُبُوْتِہٖ عِنْدَ غَیْرِہٖ فَاِنَّ ابْنَ حَزْمٍ صَحَّحَہٗ فِی الْمُحَلّٰی وَ حَسَّنَہُ التِّرْمَذِیُّ وَقَالَ بِہٖ یَقُوْلُ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنَ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ وَھُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ وَاَھْلِ الْکُوْفَۃِ، وَقَالَ الطَّحَاوِیُّ وَھٰذَا مِمَّا لَا اخْتِلَافَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِیْہِ ،وَقَالَ صَاحِبُ الْاِمَامِ مُلَخَّصُہٗ عَدَمُ ثُبُوْتِہٖ عِنْدَ ابْنِ الْمُبَارَکِ لَا یَمْنَعُ مِنِ اعْتِبَارِ حَالِ رِجَالِہٖ الخ. (الجوھر النقی علی ہامش البیھقی الصفحۃ ۷۷ المجلد۲)

اعتراض : یہ عبداللہ بن مسعود ؓ کی خطا اور نسیان کا نتیجہ ہے جیسے معوذتین وفاتحہ کو قرآن تسلیم نہ کرنے اور تطبیق کرنے وغیرہ وغیرہ امور میں ان سے خطا ہو چکی ہے۔

جواب نمبر ۱ : بھول اور نسیان سے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات محفوظ ہے انسان سے نسیان صادر ہو سکتا ہے خود آپ ﷺ سے نسیان کا صدور ثابت ہے (بخاری) کیا چند مرتبہ نسیان کے تحقق سے بدوں دلیل یہ فیصلہ کرنا درست ہے کہ یہاں بھی نسیان اور خطا ہے؟ ہرگز نہیں جبکہ زیر نظر مسئلہ ترک رفع میں تو آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ وتابعین ؓ کی جم غفیر بھی ہے۔

جواب نمبر ۲ : علامہ ابن حزم غیر مقلد لکھتے ہیں کہ معوذتین وفاتحہ کو قرآن تسلیم نہ کرنے کی روایت جھوٹی اور موضوع ہے (محلی ۱۳) والتفصیل المزید فی ''نور الصباح''، اور ''وما خلق الذکر والانثی'' کی جگہ ''والذکر والانثی'' پڑھنا اختلاف قراءت پر مبنی ہے، حضرت ابو درداء ؓ کی قراءت بھی یہی تھی، دیکھیے

صحیح بخاری ص ۵۲۹ و ۵۳۰ ج ۱۔

تطبیق کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا کہ ان کی رائے میں دونوں برابر ہوں جیسے حضرت علی ؓ تطبیق اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو برابر سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۲۵٤، فتح الباری ۲/۲۸۷، بحوالہ النور)

دو مقتدیوں کے درمیان میں کھڑے ہونے کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل بقول حافظ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ اس لئے کیا کہ شاید ان میں سے ایک نابالغ تھا۔ (بدائع الفوائد ۹۱/٤، بحوالہ النور)

عرفات کے موقع پر جمع بین الصلوتین کے علم نہ ہونے کا اعتراض نسائی کی اس روایت کے خلاف ہے عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّی الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِھَا اِلَّا بِجَمْعٍ وَّ عَرَفَاتٍ، اس روایت میں نماز عرفات کی تصریح ہے۔

(۵) حدیث براء بن عازب ؓ

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ ؓ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ اِذَا افْتَتَحَ رَفَعَ یَدَیْہِ اِلٰی قَرِیْبٍ مِّنْ اُذُنَیْہِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ. (سنن ابی داود الصفحۃ ۱۰۹ المجلد ۱)

''حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اٹھاتے پھر (پوری نماز میں یہ رفع کا عمل) دوبارہ نہ کرتے''۔

اعتراض نمبر ۱ : امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے؟

جواب : امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو تین طرق سے ذکر کیا ہے جن میں سے تیسرے طریق میں ایک راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی ہیں جو ضعیف ہیں، اس کی وجہ سے امام ابوداود نے "هٰذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِصَحِيْحٍ" کہکر اسی خاص طریق کی تضعیف کی ہے اور شروع کے دونوں طریق پر انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا بلکہ سکوت اختیار کیا ہے اور ان کا سکوت ان دونوں طریق کی صحت کی دلیل ہے۔

اعتراض نمبر ۲ : "ثُمَّ لَايَعُوْدُ" کی زیادتی صرف ''شریک'' کا تفرد ہے چنانچہ امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ هُشَيْمٌ وَّ خَالِدٌ وَّابْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ يَزِيْدَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا "ثُمَّ لَا يَعُوْدُ".

جواب : ''شریک'' کا تفرد مسلم نہیں، کیونکہ ان کے بہت سے متابعات موجود ہیں۔ حافظ ماردینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل بن زکریا، ہشیم اور اسرائیل بن یونس وغیرہ سے بھی یہ زیادتی نقل فرمائی ہے، فرماتے ہیں " قُلْتُ، يُعَارِضُ هٰذَا قَوْلَ ابْنِ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ رَوَاهُ هُشَيْمٌ وَّ شَرِيْكٌ وَّ جَمَاعَةٌ مَعَهُمَا عَنْ يَزِيْدَ بِاِسْنَادِهٖ قَالُوْا فِيْهِ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ وَاَخْرَجَهُ الدَّارْ قُطْنِيُّ كَذٰلِكَ مِنْ رِوَايَةِ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ زَكَرِيَّا عَنْ يَزِيْدَ وَاَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْخِلَافِيَاتِ مِنْ طَرِيْقِ النَّضْرِ بْنِ شُمَيْلٍ عَنْ اِسْرَائِيْلَ هُوَ ابْنُ يُوْنُسَ بْنِ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ يَزِيْدَ. (الجوهر النقي على هامش البيهقي الصفحة ۷٦ المجلد ۲)

نیز خود سنن ابی داود میں یہی روایت " لَا يَعُوْدُ " کی زیادتی کے ساتھ

شریک کے علاوہ سفیان کے طریق سے بھی مروی ہے۔ (سنن ابی داود صفحہ ۱۰۹ جلد ۱)

اعتراض نمبر ۳ : سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ یزید بن ابی زیاد جب تک مکہ مکرمہ میں تھے اس وقت تک " ثُمَّ لَايَعُوْدُ" کی زیادتی کے بغیر روایت کرتے جب کوفہ آئے تو " ثُمَّ لَايَعُوْدُ" کا جملہ روایت کرنا شروع کر دیا گویا اہل کوفہ نے اس جملہ کی ایسی تلقین کی، کہ وہ اس زیادتی کے روایت کرنے پر مجبور ہوئے، اس اعتراض کی طرف امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے اشارہ کیا ہے "قَالَ سُفْيَانُ قَالَ لَنَا بِالْكُوْفَةِ بَعْدُ " ثُمَّ لَا يَعُوْدُ".

جواب : سفیان بن عیینہ کی طرف اس قول کی نسبت دو وجہ سے درست نہیں۔ (۱) امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سفیان کا یہ قول محمد بن حسین البربھاری اور ابراہیم الرمادی کے واسطے سے نقل کیا ہے اور یہ دونوں راوی انتہائی ضعیف ہیں۔ بربھاری کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے برقانی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کذاب ہے اور رمادی کے بارے میں خود حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''میزان الاعتدال'' میں لکھا ہے کہ وہ سفیان بن عیینہ کی طرف ایسے اقوال منسوب کرتا تھا جو انہوں نے نہیں کہے۔ (درس ترمذی صفحہ ۳۳ جلد ۲)

نیز حافظ ماردینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : لَمْ يَرْوِ هٰذَا الْمَتْنَ بِهٰذِهِ الزِّيَادَةِ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ بَشَّارٍ كَذَا حَكَاهُ صَاحِبُ الْاِمَامِ عَنِ الْحَاكِمِ وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ فِيْهِ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ وَذَمَّهُ اَحْمَدُ ذَمًّا شَدِيْدًا وَقَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ لَيْسَ

بِشَیْءٍ لَّمْ یَکُنْ یَکْتُبُ عِنْدَ سُفْیَانَ وَمَا رَأَیْتُ فِیْ یَدِہٖ قَلَمًا قَطُّ وَکَانَ یُمْلِیْ عَلَی النَّاسِ مَالَمْ یَقُلْہُ سُفْیَانُ. (الجوھر النقی الصفحة ۷۷ المجلد ۲)

الحاصل ان مجروحین کی روایت چنداں قابل اعتبار نہیں۔

(۲) تاریخی اعتبار سے بھی سفیان کی طرف اس قول کی نسبت بالکل غلط ہے کیونکہ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید پہلے مکہ مکرمہ میں مقیم تھے اور بعد میں کوفہ آئے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یزید کی ولادت ہی کوفہ میں ہوئی تھی اور وہ ساری عمر کوفہ ہی میں رہے لہذا اہل کوفہ کی تلقین سے روایت کو بدلنے کا کوئی مطلب نہیں بنتا، مزید یہ کہ یزید کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی، اور سفیان کی ولادت ۱۰۷ھ میں ہوئی، گویا یزید کی وفات کے وقت سفیان کی عمر انتیس، تیس سال کے لگ بھگ تھی، اور خود سفیان بن عیینہ بھی کوفی ہیں اور ان کے بارے میں یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ مکہ مکرمہ ۱۶۳ھ میں گئے تھے معلوم ہوا کہ سفیان جب مکہ گئے ہیں اس وقت یزید بن ابی زیاد کی وفات کو تقریبا ستائیس سال گذر چکے تھے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ سفیان یہ حدیث یزید سے مکہ میں بھی سن لیں اور اس کے بعد کوفہ میں بھی؟ لہذا سفیان بن عیینہ کی طرف اس مقولہ کی نسبت درست نہیں۔ (درس ترمذی صفحہ ۳۳ جلد ۲)

تنبیہ: یاد رکھئے! امام ابوداود رحمہ اللہ تعالی نے سفیان بن عیینہ کا جو مقولہ نقل کیا ہے اس میں اہل کوفہ کی تلقین کی کوئی صراحت نہیں بلکہ یہ ممکن ہے کہ یہ روایت دونوں طرح مروی ہو، اختصارا، یعنی "لا یعود" کی زیادتی کے بغیر اور تفصیلا یعنی "

لا یعود" کی زیادتی کے ساتھ اور ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ ایک راوی کسی حدیث کو بعض اوقات تفصیلا روایت کرتا ہے جیسا کہ سنن دارقطنی ۱/۱۱ میں عدی بن ثابت اس کو دونوں طرح روایت کرتے ہیں اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ کسی حج کے موقع پر یہ دونوں حضرات اکٹھے ہو گئے ہوں، وہاں سفیان نے یہ حدیث یزید سے بغیر اس زیادتی کے سنی ہو اور پھر دوبارہ کوفہ میں "لا یعود" کی زیادتی کے ساتھ سنی ہو، اَلْحَاصِلُ اَنَّہٗ لَیْسَ ذَالِکَ اضْطِرَابًا وَّلَا تَلَقُّنًا وَّاِنَّمَا ھُوَ اخْتِصَارٌ مَرَّۃً وَّ تَفْصِیْلٌ اُخْرٰی (درس ترمذی صفحہ ۳۳، ۳۴ جلد ۲)

(۶) حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالی عنہما عَنِ النَّبِیِّ ﷺ تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ وَاسْتِقْبَالِ الْبَیْتِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ وَالْمَوْقِفَیْنِ وَعِنْدَ الْحَجَرِ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ وَالْبَزَّارُ. (مجمع الزوائد ۲/۲۷۲)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ سات مقامات پر رفع یدین کیا جائے شروع نماز میں اور استقبال بیت کے وقت اور صفا اور مروہ کے قیام کے وقت اور موقفین کے پاس اور حجر اسود کے پاس"۔

علامہ مرغینانی رحمہ اللہ تعالی نے "ہدایہ" میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ان سات مقامات میں تکبیر افتتاح کا تو ذکر ہے لیکن رکوع سے قبل و بعد کی رفع کا کوئی ذکر نہیں۔

حضرت انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''نیل الفرقدین'' میں ثابت کیا ہے کہ یہ حدیث قابل استدلال ہے۔ (درس ترمذی)

اعتراض نمبر ١: یہ حدیث "الحکم عن المقسم" کے طریق سے مروی ہے اور حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں اور یہ حدیث ان میں سے نہیں ہے۔

جواب: حکم نے مقسم سے ان چار کے علاوہ دوسری احادیث بھی سنی ہیں اور چار احادیث سننے کی بات استقرائی ہے تحقیقی نہیں، چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسی احادیث کی تعداد پانچ بتلائی ہے جب کہ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جامع میں متعدد ایسی احادیث نقل کی ہیں جو ان پانچوں کے علاوہ ہیں اور حافظ زیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے (نصب الرایۃ ١/ ١٩ وما بعدھا) میں کچھ دوسری احادیث بھی شمار کرائی ہیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حکم کا مقسم سے سماع صرف انہی روایات پر منحصر نہیں لہٰذا محض اس استقراء کی بنیاد پر اس حدیث کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ (اعلاء السنن صفحہ ٨٢ جلد ٣، درس ترمذی صفحہ ٣٤ جلد ٢)

اعتراض نمبر ٢: یہ حدیث رفعاً و وقفاً مضطرب ہے۔

جواب: یہ اضطراب نہیں، بلکہ حدیث دونوں طرح مروی ہے اور ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ ایک صحابی بعض اوقات کسی حدیث کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کر دیتا ہے اور بعض اوقات نہیں کرتا، اور طبرانی نے مرفوع حدیث امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ کے طریق سے روایت کی ہے، لہٰذا یہ مرفوع اور

موقوف دونوں طرح مروی ہے اور قابل استدلال ہے (درس ترمذی، اعلاء السنن)

اعتراض نمبر ٣: اس میں ابن ابی لیلیٰ متفرد ہے۔

جواب نمبر ١: یہ متفرد نہیں، کیونکہ معجم طبرانی میں یہی حدیث دوسری سند سے موجود ہے جس میں ابن ابی لیلیٰ نہیں، اور اس دوسری سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں، علامہ عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **قُلْتُ: وَرِجَالُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ إِلَّا سَيْفُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ فَصُدُوْقٌ كَمَا فِي التَّقْرِيْبِ صفحة ٨٣**. (اعلاء السنن صفحہ ٨١ جلد ٣)

اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے طریق سے ایک اور سند سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے قَالَ الْعَلَّامَةُ الْعُثْمَانِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: وَأَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ طَرِيْقِ الشَّافِعِيِّ... وَزَادَ "وَعَلَى الْمَيِّتِ" (اعلاء السنن صفحہ ٨١ جلد ٣)

جواب نمبر ٢: اگر اس کا تفرد تسلیم کر لیا جائے تو بھی چنداں مضر نہیں کیونکہ امام عجلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توثیق فرمائی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کئی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

قَالَ الْعَلَّامَةُ الْعُثْمَانِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: عَلِيُّ ابْنُ أَبِيْ لَيْلٰى وَثَّقَهُ الْعِجْلِيُّ وَصَحَّحَ لَهُ التِّرْمِذِيُّ أَحَادِيْثَ، مِنْهَا حَدِيْثُهُ فِيْ بَابِ مَاجَاءَ مَتٰى يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ فِي الْعُمْرَةِ. (ترمذی ١/ ١١١، اعلاء السنن ٣/ ٨١)

اعتراض نمبر ٤: سات جگہوں میں رفع کا انحصار ناممکن اور محال ہے کیونکہ روایات کثیرہ صحیحہ سے ان کے علاوہ بھی رفع ثابت ہے جیسے استسقاء کے موقع

پر اور دعا میں اور قنوت وتر وغیرہ میں رفع یدین ثابت ہے۔

جواب : صاحب البحر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہاں اس رفع کا انحصار ہے جو سنت موکدہ ہے لہذا اس سے مطلق رفع یدین کی نفی لازم نہیں آتی۔

قَالَ الْعُثْمَانِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ فِی الْبَحْرِ الرَّائِقِ: اَنَّ الْمُرَادَ لَا یَرْفَعُ یَدَیْہِ عَلٰی وَجْہِ السُّنَّۃِ الْمُؤَکَّدَۃِ اِلَّا فِیْ ھٰذِہِ الْمَوَاضِعِ، وَلَیْسَ مُرَادُہُ النَّفْیَ مُطْلَقًا، لِاَنَّ رَفْعَ الْاَیْدِیْ وَقْتَ الدُّعَاءِ وَالْقُنُوْتِ وَغَیْرِھِمَا مُسْتَحَبٌّ، کَمَا عَلَیْہِ الْمُسْلِمُوْنَ فِیْ سَائِرِ الْبِلَادِ وَھٰکَذَا ذَکَرَ الْعَیْنِیُّ فِیْ شَرْحِ الْھِدَایَۃِ اھ من بذل المجھود ۲/۸ (اعلاء السنن صفحہ ۸۳ جلد ۳)

(۷) حدیث ابی مالک الاشعری رضی اللہ عنہ

حضرت عبد الرحمٰن بن غنم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا:

"یَا مَعْشَرَ الْاَشْعَرِیِّیْنَ اجْتَمِعُوْا وَاجْمَعُوْا نِسَائَکُمْ وَاَبْنَائَکُمْ اُعَلِّمْکُمْ صَلَاۃَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم صَلّٰی لَنَا بِالْمَدِیْنَۃِ"....

"اے اشعری قوم! جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کرو تا کہ تمہیں میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی تعلیم دوں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ہمیں پڑھایا کرتے تھے (پھر جمع ہو جانے کے بعد بالترتیب مردوں، بچوں اور عورتوں کی صفیں بنائی گئیں اور حضرت اشعری رضی اللہ عنہ نے آگے ہو کر نماز پڑھانا شروع کیا" ثُمَّ اَقَامَ فَتَقَدَّمَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ فَکَبَّرَ الخ" اور ابتداء نماز میں رفع یدین کر کے تکبیر کہی، پھر فاتحہ اور سورۃ دونوں کو خاموشی سے پڑھا اور پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا اور سبحان اللہ وبحمدہ تین بار کہا اور پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر دوبارہ سجدہ کیا، پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہوئے، پس آپ رضی اللہ عنہ کی تکبیریں پہلی رکعت میں چھ ہو گئیں جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی پس جس وقت نماز پڑھائی تو قوم کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرے رکوع و سجود کو سیکھ لو، کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نماز ہے جو ہمیں دن کے اس حصہ میں پڑھایا کرتے تھے"۔ رواہ احمد فی مسندہ ۵/۳۴۱ والطبرانی فی الکبیر (مجمع الزوائد ۲/۳۱۷)

نوٹ : یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔

نوٹ : قارئین کرام! اس حدیث میں تکبیر تو ہر اونچ اور نیچ میں تھی مگر ساری نماز میں رفع الیدین صرف پہلی تکبیر کے ساتھ تھا، اور حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ والی نماز یہی ہے۔ (جس میں انہوں نے صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کیا اور بس۔) اب غیر مقلدین حضرات کی مرضی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ والی نماز کے مطابق عمل کریں یا اس کی مخالفت کریں۔

(۸) حدیث اَبی ہریرہ رضی اللہ عنہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا دَخَلَ فِی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ

يَدَيْهِ مَدًّا (سنن ابی داود ۱/ ۱۱۰) یعنی جب آپ ﷺ نماز شروع فرماتے تو خوب رفع یدین کرتے۔

طرز استدلال : یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رفع یدین صرف ابتداء میں ہے اس کے بعد رکوع وغیرہ کے وقت نہیں ہے۔ اس وجہ سے امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو "بَابُ مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّكُوْعِ" میں ذکر کیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ حدیث ترک رفع یدین میں صریح اور نص ہے۔

(۹) حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ إِلٰى صُدُوْرِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسُ وَأَكْسِيَةٌ (سنن ابی داود ۱/ ۱۰۵)

حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت نبی ﷺ کو نماز شروع کرتے دیکھا آپ ﷺ نے اپنے کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھا لئے (حضرت وائل رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ پھر میں (دوبارہ سردی کے موسم میں) آیا تو میں نے ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) کو دیکھا وہ شروع نماز میں سینوں تک ہاتھ اٹھاتے اور ان پر جبے اور کمبل تھے۔

نوٹ : یہ حدیث امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح اور قابل حجت

ہے کیونکہ اس حدیث پر انہوں نے کسی قسم کا کلام نہیں فرمایا بلکہ سکوت فرمایا ہے اور ان کا سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث صالح للا حتجاج ہے۔

نوٹ : حضرت وائل رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوئے ہیں۔ جب یہ دوسری مرتبہ تشریف لائے تو سردی کا زمانہ تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم جبے اور کمبل اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس موقع پر حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز کے شروع میں ان کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔

قارئینِ کرام ! دوبارہ آنے کے موقع کی سنن ابی داود میں جتنی روایتیں ہیں کسی ایک میں بھی رکوع کے وقت رفع کا ذکر نہیں جبکہ ہم نے صحیح سند سے ابتداء نماز میں رفع کا باحوالہ ثبوت پیش کیا ہے۔

نوٹ : اس دوسری مرتبہ آنے کی روایت کی وجہ سے ان کی پہلی مرتبہ والی روایات منسوخ سمجھی جائیں گی۔

(۱۰) حدیث عباد بن الزبیر رحمہ اللہ تعالیٰ

عَنْ عَبَّادِ بْنِ الزُّبَيْرِ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا فِي شَيْءٍ حَتّٰى يَفْرُغَ (نصب الرایہ صفحہ ۱/ ۴۰۴ بحوالہ خلافیات بیہقی)

"حضرت عباد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر ساری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے تھے حتی کہ نماز

سے فارغ ہوجاتے''۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ اس کی سند صحیح ہے

(العرف الشذی فی الترمذی ج ۱ ص ۶۷)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اس جیسی ایک سند کے بارے میں فرماتے ہیں: رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ (نور الصباح صفحہ ۸۰)

مولانا مبارکپوری غیر مقلد اس قسم کی ایک سند کے بارے میں لکھتے ہیں ''رُوَاتُهٗ ثِقَاتٌ'' اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ۱/ ۲۲۳ بحوالہ نور الصباح)

اعتراض: حضرت عباد تابعی ہیں لہذا یہ حدیث مرسل ہے۔

جواب: علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَّأَبِي حَنِيْفَةَ وَأَحْمَدَ وَأَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ أَنَّهٗ يُحْتَجُّ بِهٖ وَمَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ أَنَّهٗ إِذَا انْضَمَّ إِلَى الْمُرْسَلِ مَا يَعْضُدُهٗ احْتُجَّ بِهٖ (نووی شرح مقدمہ مسلم ۱/ ۱۷)، یعنی امام مالک وامام ابوحنیفہ وامام احمد اور اکثر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ مرسل حدیث کو قابل حجت سمجھتے ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر مرسل حدیث کی کسی اور حدیث سے تائید ہوجائے تو پھر وہ قابل حجت ہے۔

آثار صحابہ رضی اللہ عنہم

(۱۔۲) اثر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق

وخلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ (يَعْنِي ابْنَ مَسْعُوْدٍ) قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَّ عُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعُوْا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَقَدْ قَالَ مَرَّةً: فَلَمْ يَرْفَعُوْا أَيْدِيَهُمْ بَعْدَ التَّكْبِيْرَةِ الْأُوْلٰى.

و فی مسند أبی یعلی رقم الحدیث ۵۰۳۹ (مجمع الزوائد مع التحشیۃ ۲/ ۲۲۹)

''حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی، ان سب نے شروع نماز کے علاوہ پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا۔

توثیق: قَالَ الْعَلَّامَةُ الْمَارْدِيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: قَالَ الْفَلَّاسُ (مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ) صَدُوْقٌ، أَدْخَلَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ، وَ ثَقَّهٗ يَحْيَى الْقَطَّانُ وَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْعِجْلِيُّ، وَ قَالَ شُعْبَةُ كَانَ صَدُوْقَ اللِّسَانِ. (الجوہر النقی ۲/ ۷۸)

علامہ ماردینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فلاس نے کہا ہے وہ صدوق ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں داخل کیا ہے، یحیی القطان اور احمد بن عبداللہ العجلی نے اس کی توثیق کی ہے، اور شعبہ میں کہا ہے وہ صدوق اللسان تھا۔

عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ. قَالَ وَ رَأَيْتُ إِبْرَاهِيْمَ وَالشَّعْبِيَّ يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ

(الطحاوی ۱/ ۱۶۴ و اللفظ لہ، وابن ابی شیبہ ۱/ ۲۶۸)

''حضرت اسود رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ (نماز میں) پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے پھر

پوری نماز میں دوبارہ نہ کرتے۔

توثیق : قَالَ النِّیْمَوِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: وَھُوَ اَثَرٌ صَحِیْحٌ. (آثار السنن ١٣٦)

فرماتے ہیں کہ یہ اثر صحیح ہے۔

قَالَ الْاِمَامُ الطَّحَاوِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: ھُوَ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ. (الطحاوی ١/ ١٦٤) فرماتے ہیں کہ یہ صحیح حدیث ہے۔

قَالَ الْعَلَّامَۃُ التُّرْکُمَانِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: وَ ھٰذَا السَّنَدُ اَیْضاً صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ. (الجوھر النقی ٢/ ٧٥)

فرماتے ہیں کہ یہ سند بھی صحیح ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرط کے مطابق ہے۔

قَالَ النِّیْمَوِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ رحمہ اللہ تعالیٰ: وَھٰذَا رِجَالُہٗ ثِقَاتٌ. (الدرایہ ١/ ١٥٢، آثار السنن ١٣٦) فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس سند کے رجال ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

(٣) عمل خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ان کا عمل بھی دوسرے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی طرح ترک رفع ہی کا تھا۔ دو وجہ سے: (١) آپ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اور ان کا عمل ترک رفع کا تھا۔ (عمدۃ القاری ٤/ ٣٧٩)

قَالَ الْمَارْدِیْنِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: لَمْ اَجِدْ اَحَدًا ذَکَرَ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ فِیْ

جُمْلَۃِ مَنْ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِی الرُّکُوْعِ وَ الرَّفْعِ مِنْہُ (الجوھر النقی ٢/ ٨٠)

فرماتے ہیں: کسی نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں میں سے شمار نہیں کیا جو رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(٤) عمل خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ کُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عَلِیًّا رضی اللہ عنہ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ مِّنَ الصَّلٰوۃِ ثُمَّ لَا یَرْفَعُ بَعْدَہٗ. (الطحاوی ١/ ١٦٣، المدونۃ الکبریٰ ١/ ١٦٦، موطا امام محمد ٩٠)

فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پھر (پوری نماز میں) دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔

توثیق: قَالَ الْعَیْنِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: اِسْنَادُ حَدِیْثِ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ (عمدۃ القاری ٤/ ٣٨٢) فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرط کے مطابق ہے۔

قَالَ الْعَلَّامَۃُ الزَّیْلَعِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: وَھُوَ اَثَرٌ صَحِیْحٌ. (الجوھر النقی ٢/ ٧٨)

فرماتے ہیں: یہ اثر صحیح ہے۔

قَالَ الْمَارْدِیْنِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: رِجَالُہٗ ثِقَاتٌ. (الجوھر النقی ٢/ ٧٨)

فرماتے ہیں: اس کے سب راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

قَالَ الْاِمَامُ الطَّحَاوِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: فَحَدِیْثُ عَلِیٍّ اِذَا صَحَّ فَفِیْہِ اَکْبَرُ الْحُجَّۃِ لِقَوْلِ مَنْ لَّا یَرَی الرَّفْعَ. (الطحاوی ١/ ١٦٣) فرماتے ہیں: کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہوگئی تو اس میں ان لوگوں کے لئے بہت بڑی حجت مل گئی جو رفع یدین کے قائل نہیں۔

نوٹ: یہاں لفظ اذا صرف ظرفیت کے لئے ہے شرط کے لئے نہیں۔

قَالَ الْعَیْنِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: وَ اعْلَمْ اَنَّ کَلِمَۃَ اِذَا لَیْسَتْ لِلشَّرْطِ لِاَنَّ صِحَۃَ حَدِیْثِ عَلِیٍّ الَّذِیْ رَوَاہُ اَبُوْ سَلَمَۃَ لَا یَشُکُّ فِیْھَا بَلْ لِمُجَرَّدِ الظَّرْفِیَّۃِ فَافْھَمْ (حاشیۃ الطحاوی ۱/ ۱۶۳)

(۵ تا ۱۰) عمل عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم

قَالَ الْحَافِظُ الْعَیْنِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: وَ فِی الْبَدَائِعِ: رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اَنَّہٗ قَالَ: اَلْعَشَرَۃُ الَّذِیْنَ شَھِدَ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِالْجَنَّۃِ مَا کَانُوْا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَھُمْ اِلَّا فِی افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ۔ (عمدۃ القاری ۴/ ۳۸۰)

"فرماتے ہیں اور بدائع میں ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ دس صحابہ رضی اللہ عنہم جن کو آپ ﷺ نے (ایک ہی مجلس میں) جنت کی بشارت دی تھی وہ صرف نماز کی ابتدا میں رفع یدین کرتے تھے اور بس۔

(۱۱) اجماع اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَسَنٌ وَّ بِہٖ یَقُوْلُ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ مِنَ التَّابِعِیْنَ وَھُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ وَ اَھْلِ الْکُوْفَۃِ (جامع ترمذی ۱/ ۵۹)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد امام ترمذی ابوعیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی حدیث ترک رفع یدین، حسن ہے اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم میں سے بے شمار اہل علم یہی فرماتے ہیں (کہ پوری نماز میں صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا جائے اور بس) اور یہی قول ہے سفیان اور اہل کوفہ کا رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(۱۲) عمل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ مُجَاھِدٍ قَالَ: صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فَلَمْ یَکُنْ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِلَّا فِی التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی مِنَ الصَّلٰوۃِ۔ (الطحاوی ۱/ ۱۶۳، مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/ ۲۶۸، عمدۃ القاری ۴/ ۳۸۰)

"جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی پس وہ نماز کی پہلی تکبیر کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے" (اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں تو یہ ہے کہ میں نے جب بھی ان کو دیکھا ہے وہ صرف پہلی ہی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے اور بس)

توثیق: قَالَ الطَّحَاوِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: فَاِنْ قَالَ قَائِلٌ ھٰذَا حَدِیْثٌ مُّنْکَرٌ، قِیْلَ لَہٗ: وَمَا دَلَّکَ عَلٰی ذٰلِکَ فَلَنْ تَجِدَ اِلٰی ذٰلِکَ سَبِیْلًا۔ (الطحاوی ۱/ ۱۶۳) امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتراض کرنا بلا دلیل ہے۔

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: وَ يُؤَيِّدُ النَّسخَ مَا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ. (عمدۃ القاری ۴ر ۳۸۰)

فرماتے ہیں: کہ نسخ کی تائید (مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کی) اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(۱۳) عمل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ (النَّخْعِيِّ) رحمہ اللہ تعالیٰ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ اِلَّا فِي الْاِفْتِتَاحِ. (الطحاوی ۱ر ۱۶۴)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے اس کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے۔

توثیق : قَالَ الْمُحَدِّثُ السَّهَارَنْفُوْرِيُّ رحمہ اللہ: وَاِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ. (البذل ۲ر ۱۰) فرماتے ہیں کہ اس مرسل کی سند جید اور قابل حجت ہے۔

اعتراض : ابراہیم کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی لہذا یہ روایت مرسل ہے جو کہ قابلِ حجت نہیں ہونی چاہئے۔

جواب : قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: قُلْتُ عَادَةُ اِبْرَاهِيْمَ اِذَا اَرْسَلَ حَدِيْثًا عَنْ عَبْدِاللّٰهِ لَمْ يُرْسِلْهُ اِلَّا بَعْدَ صِحَّتِهٖ عِنْدَهٗ مِنَ الرُّوَاةِ عَنْهُ وَ بَعْدَ تَكَاثُرِ الرِّوَايَاتِ عَنْهُ وَ لَا شَكَّ اَنَّ خَبَرَ الْجَمَاعَةِ اَقْوٰى مِنْ خَبَرِ الْوَاحِدِ وَ اَوْلٰى. (عمدۃ القاری ۴ر ۳۸۱)

جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان کا یہ ارسال معتبر اور قابل حجت ہے کیونکہ ان کی عادت یہ ہے کہ آپ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس صورت میں ارسال کرتے ہیں جب کثرت رواۃ اور کثرت روایات کے ذریعہ ان کی بات صحت کے ساتھ پہنچ جائے لہذا ان کی نقل کردہ خبر دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور اولی ہے۔

(۱۴) عمل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

قَالَ مُحَمَّدٌ: اَخْبَرَنَا مَالِكٌ اَخْبَرَنِيْ نُعَيْمٌ الْمُجْمِرُ وَ اَبُوْجَعْفَرٍ الْقَارِيُّ اِنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَ رَفَعَ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: وَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيْنَ يُكَبِّرُ وَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ قَالَ مُحَمَّدٌ: اَلسُّنَّةُ اَنْ يُّكَبِّرَ الرَّجُلُ فِيْ صَلٰوتِهٖ كُلَّمَا خَفَضَ وَ كُلَّمَا رَفَعَ وَ اِذَا انْحَطَّ لِلسُّجُوْدِ كَبَّرَ وَاِذَا انْحَطَّ لِلسُّجُوْدِ الثَّانِيْ كَبَّرَ وَ اَمَّا رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ يَرْفَعُ الْيَدَيْنِ حَذْوَ الْاُذُنَيْنِ فِيْ اِبْتِدَاءِ الصَّلٰوةِ مَرَّةً وَّاحِدَةً ثُمَّ لَا يَرْفَعُ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَ فِيْ ذٰلِكَ آثَارٌ كَثِيْرَةٌ (موطا الامام محمد ر ۸۸)

"مجمر اور ابو جعفر رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھاتے اور ہر اونچ نیچ پر تکبیر کرتے۔ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز شروع کر کے تکبیر کرتے تو اس کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے تھے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ آدمی نماز میں ہر اونچ نیچ

پر تکبیر کہے اور پہلے دوسرے سجدے کے طرف جب جائے تو بھی تکبیر کہے اور نماز میں رفع یدین کی جو بات ہے تو ابتدا نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھائے گا اس کے بعد پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرے گا اور اس رفع یدین نہ کرنے سے متعلق آثار کثیرہ موجود ہیں''۔

﴿آثار تابعین وغیرہم﴾

(۱) حضرت ابراہیم نخعی کا مذہب

امام بخاری کے استاد لکھتے ہیں : عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا كَبَّرْتَ فِيْ فَاتِحَةِ الصَّلٰوةِ فَارْفَعْ يَدَيْكَ ثُمَّ لَا تَرْفَعْهُمَا فِيْمَا بَقِيَ. (مصنف ابن ابی شیبۃ ١/٢٦٧)

''حضرت ابراہیم نخعی فرماتے تھے کہ شروع نماز میں تکبیر تحریم کے ساتھ رفع یدین کرو پھر باقی نماز میں کہیں بھی نہ کرو''۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں: کہ حضرت ابراہیم نخعی حدیثوں کے پرکھنے میں صراف اور نقاد تھے اور بلند علماء اور محدثین میں سے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ١/ ٦٩ بحوالہ نور الصباح)

نوٹ :اس صراف حدیث اور ماہر نے پرکھنے کے بعد ترک رفع کی احادیث کو قابل عمل سمجھا اور رفع کی احادیث کو غیر معمول بہا اور مأوّل سمجھ کر چھوڑ دیا۔

(۲) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی التابعی الکبیر کا مذہب

امام بخاری کے استاد امام ابن ابی شیبہ لکھتے ہیں:

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ مُسْلِمِ الْجُهَنِيِّ قَالَ كَانَ ابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى يَرْفَعُ يَدَيْهِ اَوَّلَ شَيْءٍ اِذَا كَبَّرَ (ابن أبي شيبة ١/ ٢٦٧) یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی صرف ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے تھے۔

امام ترمذی اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد دونوں فرماتے ہیں: کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی نے ایک سو بیس صحابہ کرام کی ملاقات کا شرف پایا ہے۔ (سنن الترمذی ٢/ ١٨٢، تحفۃ الاحوذی ١/ ١٧٤ بحوالہ نور الصباح)

امام نووی فرماتے ہیں: کہ ابن ابی لیلی اجل تابعین میں سے تھے۔ (شرح مسلم ١/ ٦٠٧ بحوالہ نور الصباح)

نوٹ : قارئین کرام ! اتنے بڑے تابعی ترک رفع یدین پر عمل تب کر سکتے ہیں کہ انہوں نے خود حضرات صحابہ کرام کو ترک رفع کا عمل کرتے ہوئے دیکھا ہو۔

(۳) حضرت امام شعبی تابعی کا مذہب

عَنْ اَشْعَثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ اَنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ اَوَّلِ التَّكْبِيْرَةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا. (ابن أبي شيبة ١/ ٢٦٧)

امام شعبی صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے پھر اس کے بعد نہیں کرتے۔

صاحب مشکوۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پانچ سو حضرات صحابہ کرام ﷺ سے ملاقات کی ہے۔ (الاکمال ۱۶ بحوالہ نور الصباح)

مولانا مبارکپوری غیر مقلد کہتے ہیں: یہ کوفی ہیں ثقہ، مشہور فقیہ اور فاضل ہیں اور انہوں نے خود کہا ہے کہ میں نے پانچ سو صحابہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ۲ر ۱۸۹ بحوالہ نور الصباح)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قَاعَدتُّ ابْنَ عُمَرَ قَرِيبًا مِنْ سَنَتَيْنِ اَوْ سَنَةٍ وَّ نِصْفٍ. (صحیح البخاری ۲ر ۱۰۷۲) کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دو سال یا ڈیڑھ سال بیٹھا رہا۔ (یعنی پڑھتا رہا)

نوٹ: قارئین کرام! معلوم ہوا کہ یہ سینکڑوں صحابہ اور خصوصاً عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عام معمول رہا تھا کہ وہ پہلی تکبیر کے بعد پوری نماز میں کہیں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اسی وجہ سے امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترک رفع کا معمول اپنایا۔

(٤) حضرت قیس بن اَبی حازم التابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ: كَانَ قَيْسٌ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اَوَّلَ مَا يَدْخُلُ فِي الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهَا. (ابن ابی شیبہ ۱ر ۲٦۷) "حضرت قیس رحمہ اللہ تعالیٰ نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے اس کے بعد نہ کرتے"۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ تابعین میں ابوعثمان نہدی اور قیس بن ابی حازم سے بڑھ کر کسی کی شان ہو۔ (شرح مسلم ۱ر ۹)

مولانا مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں: "قَيْسُ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ الْكُوْفِيُّ ثِقَةٌ مِّنَ الثَّانِيَةِ" کہ یہ ثقہ ہیں اور طبقہ ثانیہ میں سے ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی ۲ر ۳۰ بحوالہ نور الصباح)

حضرت علامہ سید انور شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حضرت قیس رحمہ اللہ تعالیٰ افضل التابعین ہیں اور بقول بعض ان کے سوا کسی تابعی نے حضرات عشرہ مبشرہ ﷺ کو نہیں دیکھا۔ (فیض الباری ۲ر ۲۳۲)

نوٹ: قارئین کرام! حضرت قیس رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے بڑے درجہ کے تابعی کا رفع یدین نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عشرہ مبشرہ اور دوسرے صحابہ ﷺ کے ہاں بھی رفع کا عمل متروک ہو چکا تھا۔

(٥-٦) حضرت اسود بن یزید التابعی اور حضرت علقمہ التابعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

عَنْ جَابِرٍ عَنِ الْاَسْوَدِ وَ عَلْقَمَةَ اَنَّهُمَا كَانَا يَرْفَعَانِ اَيْدِيَهُمَا اِذَا افْتَتَحَا ثُمَّ لَا يَعُوْدَانِ. (ابن أبی شیبة ۱ر ۲٦۸)

حضرت اسود اور حضرت علقمہ رحمہ اللہ تعالیٰ شروع نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد رفع یدین کی طرف نہ لوٹتے تھے۔ (یعنی اس کے بعد پوری نماز میں دوبارہ نہ کرتے تھے۔)

امام شعبی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اِنْ کَانَ اَھْلُ بَیْتٍ خُلِقُوْا لِلْجَنَّۃِ فَھُمْ ھٰؤُلَآءِ الْاَسْوَدُ وَعَلْقَمَۃُ وَمَسْرُوْقٌ۔ (الاکمال ۳۵ بحوالہ نور الصباح) کہ اگر کوئی گھرانہ (صحابہ کے بعد) جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو وہ یہ لوگ ہیں؛ اسود، علقمہ اور مسروق۔

نوٹ: یہ خوش نصیب حضرات بھی رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے معلوم ہوا انہوں نے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے ترک ہی کا معمول دیکھا ہے۔

(۷) حضرت خیثمہ التابعی رحمہ اللہ علیہ کا مذہب

عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ طَلْحَۃَ عَنْ خَیْثَمَۃَ وَ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ کَانَا لَا یَرْفَعَانِ اَیْدِیَھُمَا اِلَّا بَدْءِ الصَّلٰوۃِ۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۷) کہ حضرت خیثمہ اور حضرت ابراہیم رحمہ اللہ علیہ دونوں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر صرف ابتداء نماز میں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے تقریب التہذیب میں حضرت خیثمہ رحمہ اللہ علیہ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (نور الصباح)

(۸) حضرت ابو اسحاق السبیعی التابعی رحمہ اللہ علیہ کا مذہب

عبد الملک رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شعبی، ابراہیم اور ابو اسحاق کو دیکھا وہ سب صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے اور بس۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۸)

امام نووی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ابو اسحاق سبیعی ہمدانی کوفی بڑے تابعی ہیں امام عجلی نے فرمایا کہ ابو اسحاق نے اڑتیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع کا شرف

حاصل کیا ہے''۔

علی بن مدینی رحمہ اللہ علیہ (استاد امام بخاری رحمہ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ''ابو اسحاق نے ستر یا اسی ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ ابو اسحاق کے علاوہ (اس زمانے میں) اور کسی تابعی نے ان سے روایت نہیں کی۔ (شرح مسلم ۱/۹)

نوٹ: قارئین کرام! اگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں رفع یدین کا عمل ہوتا تو حضرت ابو اسحاق رحمہ اللہ علیہ ہرگز ترک رفع یدین نہ کرتے۔

(۹۔ ۱۰) اصحاب علی وابن مسعود رضی اللہ عنہم کا مذہب

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰہِ وَ اَصْحَابُ عَلِیٍّ لَا یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَھُمْ اِلَّا فِی افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ قَالَ وَکِیْعٌ ثُمَّ لَا یَعُوْدُوْنَ۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۷)

''یعنی حضرت ابو اسحاق تابعی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھی اور شاگرد نماز کے شروع کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے۔ حضرت وکیع رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتداء نماز کے بعد پوری نماز میں دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

علامہ ماردینی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَھٰذَا اَیْضًا سَنَدٌ صَحِیْحٌ جَلِیْلٌ (الجوہر النقی ۱/۲۶)

(۱۱) حضرت امام مالک رحمہ اللہ علیہ کا مذہب

حضرت امام مالک رحمہ اللہ علیہ ترک رفع یدین کے قائل ہیں۔ (المدونۃ الکبریٰ)

ابن رشد مالکی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اِنَّ مَالِکًا رَجَّحَ تَرْکَ الرَّفْعِ لِمُوَافَقَۃِ عَمَلِ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ۔ (بدایۃ المجتہد، فتح الملہم ۲/۱۱ بحوالہ نور الصباح) کہ

امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے ترک رفع یدین کو اس لئے ترجیح دی ہے۔ تا کہ عمل اہل مدینہ کی موافقت ہو جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ علیہ، ابن القاسم کی روایت عن مالک کے بارے میں فرماتے ہیں: "هُوَ اَشْهَرُ الرِّوَايَاتِ عَنْ مَالِكٍ" کہ امام مالک رحمہ اللہ علیہ سے رفع یدین سے متعلق جتنی روایات آئی ہیں ان سب میں زیادہ مشہور روایت ابن قاسم کی ترک رفع یدین والی روایت ہے۔ (نووی شرح مسلم ۱/۱۶۸)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ مالکیہ کے ہاں اعتماد اور دار و مدار احکام و فتاوی میں اُس روایت پر ہوتا ہے جو ابن قاسم، امام مالک سے روایت کریں چاہے وہ روایت موطا مالک کے موافق ہو یا نہ ہو۔ (تعجیل المنفعة ۴ بحوالہ نور الصباح)

دلائل کی کل تعداد: (آیت) ۱ + (احادیث) ۱۰ + (آثار صحابہ) ۱۴ + (آثار تابعین) ۱۱ = ۳۶

☆☆☆☆

☆☆ اہم سوالات اور ان کے جوابات ☆☆

﴿سلام کے وقت رفع یدین﴾

سوال: کیا یہ صحیح ہے کہ ابتداء میں سلام پھیرتے وقت بھی رفع یدین ہوتا تھا؟ اگر صحیح ہے تو آج کیوں متروک ہے؟

جواب: یہ صحیح ہے کہ ابتداء میں سلام کے وقت بھی رفع الایدی (ہاتھ اٹھانے) کا عمل ہوتا تھا، لیکن بعد میں منسوخ ہو جانے کی وجہ سے متروک ہو گیا۔ منسوخ ہونیکی دلیل حضرت جابر بن سمرة ﷺ کی یہ مرفوع حدیث ہے۔

"عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكُنَّا اِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بِاَيْدِيْنَا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَنَظَرَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَا شَانُكُمْ تُشِيْرُوْنَ بِاَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اِذَا سَلَّمَ اَحَدُكُمْ فَلْيَلْتَفِتْ اِلٰى صَاحِبِهٖ وَلَا يُوْمِیْ بِيَدِهٖ"۔ (صحیح مسلم ۱/۱۸۱)

حضرت جابر بن سمرة ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پس جب ہم سلام پھیرتے تو السلام علیکم (ورحمۃ اللہ) کہنے کے ساتھ ہاتھوں سے اشارہ بھی کرتے (یعنی رفع الیدین کرتے) یہ دیکھ کر

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کرتے ہو گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں؟ تم میں سے کوئی سلام پھیرے تو اپنے بھائی کی جانب منہ کر کے (صرف زبان سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے) اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

﴿ثبوت رفع رکوع کا جواب﴾

سوال: جب رکوع سے قبل و بعد رفع یدین صحیح حدیث سے ثابت ہے تو احناف اس پر عمل کیوں نہیں کرتے؟

جواب: ہم مانتے ہیں کہ سلام کی طرح رکوع سے پہلے اور بعد بھی رفع الیدین کا عمل ابتداء میں تھا بلکہ ان کے علاوہ بھی نماز میں مختلف مواقع میں رفع الیدین ہوتا تھا، لیکن بعد میں سلام کی طرح نماز کے اندر سب جگہ یہ حکم منسوخ ہو گیا اور سکون و اطمینان سے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ اس نسخ کی دلیل حضرت جابر بن سمرۃ ؓ کی یہ دوسری روایت مرفوعہ ہے۔

"عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَا لِيْ أَرَاكُمْ رَافِعِيْ أَيْدِيْكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ. (صحیح مسلم ۱/۱۸۱)

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے (اور ہم اس وقت نماز میں رفع یدین کر رہے تھے) آپ ﷺ نے (بڑی ناراضگی) سے فرمایا کہ کیا ہوا ہے میں تم کو رفع یدین کرتے دیکھ رہا ہوں، گویا

تمہارے ہاتھ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں؟ نماز میں سکون سے رہو (کوئی حرکت نہ کیا کرو یعنی رفع یدین نہ کرو)

تنبیہ: حضرت جابر ؓ کی یہ دوسری روایت رفع رکوع سے متعلق ہے۔

سوال: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ حدیث سلام کے وقت رفع الیدین سے متعلق ہے۔ کیا ان کے اس کہنے کی کچھ حقیقت ہے؟

جواب: ہٹ دھرم اور ضدی کا علاج تو عنقاء ہے، البتہ منصف مزاج اور حق کے متلاشی کیلئے اس سوال کے جواب میں کچھ لکھا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث سلام کے وقت رفع الیدین سے متعلق نہیں، بلکہ نماز کے اندر رکوع وغیرہ سے قبل و بعد کے رفع الیدین سے متعلق ہے یہ دونوں حدیثیں الگ الگ ہیں، دو (۲) وجوں سے......

(۱) پہلی حدیث اس وقت کی ہے جبکہ صحابہ کرام ؓ آپ ﷺ کے ساتھ باجماعت نماز ادا کر رہے تھے اور دوسری حدیث اس وقت کی ہے جبکہ صحابہ کرام ؓ اکیلے نماز پڑھ رہے تھے اور نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔

(۲) اس دوسری حدیث میں "اسکنوا فی الصلوۃ" کا لفظ بتاتا ہے کہ یہاں "فی الصلوۃ" (یعنی نماز کے اندر) رفع یدین سے روکنا ہے اور سلام کے وقت رفع یدین خارج الصلوۃ ہے یا فی طرف الصلوۃ ہے، جو سکون فی الصلوۃ کے خلاف نہیں۔ لہذا یہ حدیث سلام اور تکبیرۂ تحریم کے رفع یدین کو شامل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث سے تکبیرۂ تحریم کے وقت رفع کو منسوخ

نہیں کہا گیا، کیونکہ یہ بھی طرف میں ہے۔

﴿امام نووی کی شرح کا جواب﴾

سوال: امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو اسے سلام پر محمول کیا ہے؟

جواب: حافظ عینی، ملا علی قاری اور مولانا خلیل احمد وغیرہ اکابر احناف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رفع رکوع کے لیئے ناسخ قرار دیا ہے، ہمیں ان کی تحقیق پر اعتماد ہے۔ جو امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کرنا چاہتا ہے وہ صاف اعلان کردے اور غیر مقلدیت سے توبہ کرے۔

﴿"رفع دائمی عمل تھا" اس کا جواب﴾

سوال: غیر مقلدین رفع الیدین کو دائمی اور آخری معمول ثابت کرنے کے لئے بیہقی کے حوالے سے ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں "فَمَا زَالَتْ تِلْکَ صَلٰوتُہٗ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰہَ" کے الفاظ ہیں کہ آخر دم تک آپ ﷺ کی نماز رفع یدین والی تھی، اس حدیث کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس حدیث سے دائمی اور آخری معمول ثابت کرنا انتہائی بے شرمی اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر خطرناک قسم کا جھوٹ باندھنا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث موضوع اور منگھڑت ہے، اس کی سند میں ایک راوی ابو عبد اللہ الحافظ غالی شیعی ہے اور دو راوی عبد الرحمٰن بن قریش اور عصمہ بن محمد انصاری کذاب اور جھوٹے ہیں، اور تین راوی جعفر، عبد اللہ بن احمد اور الحسن بن عبد اللہ مجہول

ہیں۔ (رسائل) اگر غیر مقلدین کو ہماری بات پر یقین نہیں تو اپنے راویوں سے اس حدیث کی توثیق وتصحیح کرا کے دکھا دیں اور منہ مانگا انعام لیجائیں۔ دیدہ باید!

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے — یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

﴿ماضی استمراری کا جواب﴾

سوال: غیر مقلدین رفع الیدین کا دوام واستمرار ثابت کرنے کے لئے فعل مضارع پر "کان" کے داخل ہونے سے استدلال کرتے ہیں، کیا ان کا یہ استدلال درست ہے؟

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ (۱) الزامی (۲) تحقیقی

(۱) الزامی جواب: درج ذیل امور بھی ماضی استمراری سے ثابت ہیں لہذا یا تو ان کے منع یا منسوخ ہونے کی کوئی حدیث پیش کریں، ورنہ رفع الیدین کی طرح ان پر بھی عمل کریں اور ان کے تارکین کو تارک حدیث کہکر مخالف ومنکر حدیث کے شیریں القاب سے نوازیں۔

(۱) قَالَ اَبُوْ مُسْلِمَۃَ الْاَزْدِیُّ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ اَکَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ فِیْ نَعْلَیْہِ؟ قَالَ: نَعَمْ۔

ترجمہ: ابو مسلمہ ازدی نے کہا: میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آنحضرت ﷺ جوتیاں پہنے پہنے نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: "جی ہاں"۔ (یہ ترجمہ غیر مقلد علامہ وحید الزماں کا ہے۔ (تیسیر الباری ۲/۲۷۸)

غیر مقلدین کے محسن اعظم علامہ وحید الزماں صاحب فرماتے ہیں: ''میں کہتا ہوں مستحب ہے (یعنی جوتوں میں نماز پڑھنا)... چند سطروں کے بعد رقمطراز ہیں... شوکانی نے کہا ہے صحیح اور قوی مذہب یہی ہے کہ جوتیاں پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے''۔ (حوالہ بالا)

(۲) بچی کو اٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ۱/ ۷٤)

(۳) آپ ﷺ نماز سے پہلے بیوی کا بوسہ لیا کرتے تھے (المشکوٰۃ ۱/ ٤۱)

(٤) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ فِي رُكُوْعِهِ وَسُجُوْدِهِ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا بِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي (صحیح بخاری ۱/ ۱۰۹)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ رکوع میں ہمیشہ یہ کلمات پڑھا کرتے تھے.....''۔

کیا غیر مقلدین کے نزدیک ان کلمات کا جہراً پڑھنا آپ ﷺ کا معمول تھا؟

(۲) تحقیقی جواب: ماضی استمراری (یعنی ''کان'' فعل مضارع پر داخل ہونا) کی اصل وضع ایک دفعہ کے فعل کے لئے ہے (شرح نووی ۱/ ۲۰٤، مجمع البحار ۳/ ۲۳۵، مسک الختام ۱/ ۵٦۷ بحوالہ غیر مقلدین کی غیر مستند نماز صفحہ ۲۹) معلوم ہوا کہ اس سے مواظبت اور دوام بطور نص ثابت نہیں ہوتی۔

﴿فرشتوں کی رفع الیدین والی روایت کا جواب﴾

سؤال: ایک غیر مقلد مصنف لکھتا ہے کہ: ''فرشتے بھی رفع یدین کرتے

ہیں'' کیا یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

جواب: جی نہیں! یہ روایت موضوع اور منگھڑت ہے، اس روایت کی سند میں ایک راوی اسرائیل بن حاتم المروزی ہے جس کے متعلق علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''رَوٰى عَنْ مُقَاتِلِ الْمَوْضُوْعَاتِ وَالْاَوَابِدَ وَالطَّامَاتِ'' کہ اسرائیل نے مقاتل سے موضوعات وغیرہ اناب شناب اور مصائب روایت کئے ہیں، اور یہ روایت بھی ان موضوعات میں سے ہے (میزان الاعتدال ۱/ ۹۷) دوسرا راوی مقاتل بن حیان ہے جو کہ ضعیف ہے (میزان الاعتدال ۳/ ۱۹٦) تیسرا راوی اصبغ بن نباتہ ہے، ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو کذاب قرار دیتے ہیں اور امام نسائی، ابن معین، ابن حبان اور ابن عدی رحمہم اللہ تعالیٰ سب اس پر جرح کرتے ہیں (میزان الاعتدال ۱/ ۱۲۵) علامہ شوکانی غیر مقلد خود فرماتے ہیں: ''ھو موضوع لایساوی شیئاً'' (الفوائد المجموعۃ ص ۳۰، بحوالہ نور الصباح) یعنی یہ روایت منگھڑت اور بالکل ہیچ ہے۔

﴿پچاس صحابہ ؓ والی روایت﴾

سؤال: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ رکوع کی رفع کو پچاس صحابہ ؓ نے روایت کیا ہے، کیا واقعی ایسا ہی ہے؟

جواب: ان کا یہ دعوی بے بنیاد، بے سند اور حقیقت کے خلاف ہے، خود

غیر مقلدین نے اس کو رد کیا ہے۔ (۱) قاضی شوکانی غیر مقلد نیل الاوطار میں فرماتے ہیں: اِنَّ الْعِرَاقِیَّ جَمَعَ عَدَدَ مَنْ رَوٰی رَفْعَ الْیَدَیْنِ فِی ابْتِدَاءِ الصَّلٰوۃِ فَبَلَغُوْا خَمْسِیْنَ صَحَابِیًّا مِنْهُمُ الْعَشَرَۃُ الْمُبَشَّرَۃُ الْمَشْهُوْدُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ (اعلاء السنن ۳/ ۸۰) یعنی علامہ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گنتی فرمائی ہے جنہوں نے شروع نماز کی رفع الیدین روایت کی ہے تو وہ کل پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، اور ان میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں جن کو (ایک ہی مجلس میں) جنت کی خوشخبری سنائی گئی تھی۔

(۲) علامہ امیر یمانی غیر مقلد نے "سبل السلام ۱/ ۲۰۰" پر صاف لکھ دیا ہے کہ پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف رفع یدین عند الافتتاح (یعنی نماز کی شروع میں رفع کرنے) کو نقل فرماتے ہیں۔ (نور الصباح ۱۹۶ مقدمہ طبع دوم)

چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والی روایت

سوال: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ مجمع الزوائد میں چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت ہے جس سے رکوع کی رفع ثابت ہوتی ہے، کیا یہ درست ہے؟

جواب: یہ روایت بھی منگھڑت اور انتہائی ضعیف ہے، کیونکہ اس کے بعض راوی جھوٹے ہیں۔ (۱) علامہ ہیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجمع الزوائد میں جہاں یہ حدیث نقل فرمائی ہے، ساتھ ہی نیچے اس کے ایک راوی حجاج بن ارطاۃ پر جرح بھی کی ہے، لیکن غیر مقلدین روایت تو نقل کرتے ہیں اور یہ جرح نقل

نہیں کرتے جو کہ بڑی خیانت ہے۔

(۲) اس روایت کی سند میں ایک راوی نصر بن باب الخراسانی ہے جس پر شدید جرح موجود ہے۔ ذیل میں ملاحظہ ہو.....

(۱) ابو خیثمہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ نصر بن باب کذاب ہے (یعنی بہت بڑا جھوٹا ہے)

(۲) امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کَذَّابٌ خَبِیْثٌ عَدُوُّ اللّٰہِ (یعنی بہت بڑا جھوٹا، خبیث اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے)

(۳) امام ابو زرعہ، امام ابوداود اور امام نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ سب اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (تاریخ بغداد ۱۳/ ۲۷۹، ۲۸۰، بحوالہ نور الصباح)

دس نیکیوں والی روایت کا جواب

سوال: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مَنْ رَفَعَ یَدَیْهِ فِی الصَّلٰوۃِ لَهٗ بِکُلِّ اِشَارَۃٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ" کہ جس شخص نے نماز میں رفع الیدین کی اس کو ہر اشارہ کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔

جواب: (۱) اس روایت میں رکوع کا ذکر نہیں، لہذا بدوں دلیل رکوع کی رفع مراد لینا درست نہیں۔

(۲) حافظ ابن حجر اور علامہ شوکانی غیر مقلد کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق شروع نماز کی رفع سے ہے اور بس۔ (دیکھئے فتح الباری

۲۷۸،۲،نیل الاوطار ۱۸۵/۲)

(۳) اس کی سند میں ایک راوی مشرح بن ہاعان ہے جس کے بارے میں ابن حبان لکھتے ہیں کہ مشرح، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے مناکیر اور ضعیف روایتیں نقل کرتا ہے، دوسرا کوئی راوی اس کی موافقت نہیں کرتا پس صحیح اور درست بات یہی ہے کہ جس روایت کے بیان کرنے میں مشرح اکیلا ہو اس کو چھوڑ دیا جائے (تہذیب التہذیب ۵ ج ۲۵ و ۵)

یاد رکھیے ! اس روایت میں مشرح اکیلا ہے، لہذا قبول نہ ہوگی۔

(٤) اس کی سند میں ایک راوی ابن لہیعہ ہے، جس کو امیر یمانی، قاضی شوکانی، عبدالرحمن مبارک پوری وغیرہ غیر مقلدین نے خود ہی ضعیف لکھا ہے۔

(٥) یہ ایک صحابی کا قول ہے۔ کیا تمہارے نزدیک صحابی کے قول سے نیکیاں ثابت ہوتی ہیں؟

عشرۂ مبشرہ رضی اللہ عنہم والی روایت کا جواب

سوال : غیر مقلدین بہت زور و شور سے کہتے پھرتے ہیں کہ عشرۂ مبشرہ بھی رکوع کی رفع نقل کرتے ہیں اسکی کیا حقیقت ہے؟

جواب : یہ بھی خالص جھوٹ ہے، پیچھے قاضی شوکانی غیر مقلد کی عبارت گزر چکی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ پچاس صحابہ کرام عشرۂ مبشرہ سمیت، سے جو رفع منقول ہے وہ ابتداء نماز کی رفع ہے۔

قارئین کرام ! بدون دلیل ان کی طرف رکوع کی رفع کی نسبت کرنا کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ ان بیچارے غیر مقلدین کی عادت ہے کہ جہاں رفع کا لفظ نظر آ گیا بس چلا اٹھتے ہیں کہ رکوع کی رفع ثابت ہوگئی۔ حالانکہ اس رفع کا تعلق رکوع سے نہیں ہوتا۔

برادران محترم ! اگر کسی کو علامہ شوکانی کی بات پر یقین نہیں تو وہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہر ایک سے سند صحیح کے ساتھ رکوع اور تیسری رکعت کی رفع کی تصریح دکھا دے۔ دیدہ باید

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ابن مبارک رحمہما اللہ تعالی کا مکالمہ

سوال : بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے امام اعظم ابو حنیفہ (رحمہ اللہ تعالی) کے قریب نماز پڑھی اور رکوع میں جاتے اور اٹھتے ہوئے رفع الیدین کیا، تو امام صاحب نے فرمایا کہ آپ کہیں اڑ نہ جائیں، اس پر ابن مبارک رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ جب میں پہلی مرتبہ رفع سے نہیں اڑا، تو بعد میں کیونکر اڑتا۔ اس پر امام صاحب رحمہ اللہ تعالی خاموش ہو گئے۔

جواب: (۱) امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے "جُزْءُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ" میں اسکو بغیر سند کے نقل فرمایا ہے لہذا یہ قابل حجت نہیں۔

(۲) بیہقی میں اس کی سند موجود ہے لیکن علامہ ماروینی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: اس کی سند میں ایک جماعت ہے جو مجہول ہے اور اس کی توثیق کا کوئی اتا پتا نہیں (الجوہر ۸۲/۲)

(۳) امام نووی اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ترک رفع کے قائلین امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب ہیں (نووی ۱/۱۶۸ المحلی بالآثار ۳/۳) اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ابن مبارک، امام صاحب کے اصحاب اور شاگردوں میں سے ہیں۔

﴿حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کا رجوع﴾

سؤال: سنا ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے حنفی عالم تھے پھر بھی رفع یدین کرتے تھے اور اس پر ایک کتاب بھی لکھی ہے؟

جواب: بالکل صحیح ہے شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں رفع یدین پر ایک رسالہ بنام "تنویر العینین" لکھا تھا اور خود بھی اسے راجح جان کر عمل کرتے تھے مگر آخری عمر میں رفع یدین چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ مولانا حافظ حکیم عبدالشکور صاحب فرماتے ہیں کہ: ''بتمامہ اصل کتاب عربی کتاب انکی نہیں، میرا یہ خیال کسی گمنام روایت والی حکایت پر نہیں بلکہ مولانا کرامت علی کی عینی شہادت پر ہے۔ وہ نہایت یقین کے ساتھ ''ذخیرۂ کرامت ص ۲۲۴ ج ۲'' میں مولوی مخلص الرحمٰن کے پانچویں سؤال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تنویر العینین جو کتاب ہے سو اس میں مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم کے لکھے ہوئے چند ورق رفع یدین کی ترجیح میں ہیں، اور بعد اس کے مولانا مرحوم نے اپنے مرشد حضرت سید احمد قدس سرہ کے سمجھانے سے اپنے قول سے رجوع کیا۔'' یعنی رفع یدین کرنے کو چھوڑ دیا اور لا مذہب لوگوں نے تنویر العینین میں اپنی طرف

سے بہت سی باتیں زیادہ کر کے لکھیں، اور حضرت سید صاحب کے خلفاء کا عمل تنویر العینین پر نہیں تھا بلکہ ان لوگوں نے اس کا رد لکھا ہے۔ (التحقیق الجدید علی تصنیف الشہید ۱۴۔۱۵۔ بحوالہ نور الصباح)

☆☆☆☆

﴿ناقلین نسخ رفع الیدین عندالرکوع﴾

(۱) محدث کبیر، نقاد عظیم، امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْحُجَّةُ الْمُتْقِنُ الطَّحَاوِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ تحت حَدِیْثِ عَلِیٍّ وَّ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما: "فَاِنَّ عَلِیًّا لَمْ یَکُنْ لِیَرَی النَّبِیَّ ﷺ یَرْفَعُ ثُمَّ یَتْرُکُ هُوَ الرَّفْعَ بَعْدَہٗ اِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَہٗ نَسْخُ الرَّفْعِ فَحَدِیْثُ عَلِیٍّ اِذَا صَحَّ فَفِیْهِ اَکْبَرُ الْحُجَّةِ لِقَوْلِ مَنْ لَا یَرَی الرَّفْعَ.

...عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ یَکُنْ یَرْفَعُ یَدَیْهِ اِلَّا فِی التَّکْبِیْرَةِ الْاُوْلٰی مِنَ الصَّلٰوةِ فَهٰذَا ابْنُ عُمَرَ قَدْ رَاَی النَّبِیَّ ﷺ یَرْفَعُ ثُمَّ تَرَکَ هُوَ الرَّفْعَ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَلَا یَکُوْنُ ذٰلِکَ اِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَہٗ نَسْخُ مَا قَدْ رَاَی النَّبِیَّ ﷺ فَعَلَهٗ وَقَامَتِ الْحُجَّةُ عَلَیْهِ بِذٰلِکَ (شرح معانی الآثار ۱/۱۶۳)

"امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ نبی کریم ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھتے رہے ہیں، پھر وہ اس رفع کو رسول اللہ ﷺ کے بعد چھوڑ دیتے ہیں تو اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ان کے نزدیک اس رفع کا نسخ ثابت ہو چکا تھا۔ سو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہوگئی تو اس میں ان لوگوں کے لئے بہت بڑی حجت مل گئی جو رفع یدین کے

قائل نہیں۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ نماز میں سوائے تکبیر اول کے، رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی رفع یدین دیکھی، پھر خود انہوں نے اس رفع کو آپ ﷺ کے بعد ترک کیا تو اس کا سبب یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس رفع کا نسخ ثابت ہو چکا تھا"۔

(۲) محدث عظیم، فقیہ وقت، شارح بخاری حضرت علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْعَلَّامَةُ بَدْرُ الدِّیْنِ الْعَیْنِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: وَالَّذِیْ یَحْتَجُّ بِهِ الْخَصْمُ مِنَ الرَّفْعِ مَحْمُوْلٌ عَلٰی اَنَّهٗ کَانَ فِی ابْتِدَاءِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ نُسِخَ وَالدَّلِیْلُ عَلَیْهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَیْرِ رَاٰی رَجُلًا یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی الصَّلَاةِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ وَعِنْدَ رَفْعِ رَاْسِهٖ مِنَ الرُّکُوْعِ فَقَالَ لَهٗ: لَا تَفْعَلْ، فَاِنَّ هٰذَا شَیْءٌ فَعَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ تَرَکَهٗ، وَیُؤَیِّدُ النَّسْخَ مَا رَوَاهُ الطَّحَاوِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ. (عمدۃ القاری ۴/۳۸۰)

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فریق مخالف رفع کی جن روایات سے استدلال کرتے ہیں وہ اس بات پر محمول ہیں کہ یہ عمل ابتداء

اسلام کے زمانے کا تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا تھا۔ اس پر دلیل حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو نماز میں رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو اس سے فرمایا کہ آپ ایسا نہ کریں کیونکہ یہ تو وہ عمل ہے جس کو اگر چہ آپ ﷺ ایک وقت تک کرتے رہے تھا مگر پھر اس کو ترک کر دیا تھا۔ اور اس نسخ کی تائید امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحیح سند کے ساتھ پیش کردہ روایت بھی کرتی ہے۔

(۳) فقیہ کبیر، محدث عظیم، شارح مشکوۃ حضرت علامہ علی بن سلطان المعروف ''ملا علی قاری'' رحمہ اللہ تعالیٰ

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ النَّاقِدُ الْمُلَّا عَلِیُّ الْقَارِیُ رحمہ اللہ تعالیٰ: ''وَرُوِیَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ اَنَّ عَلِیًّا ﷺ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَةِ الصَّلَاةِ، ثُمَّ لَا یَرْفَعُ یَدَیْهِ وَلَا یَفْعَلُ عَلِیٌّ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ خِلَافَهٗ اِلَّا بَعْدَ قِیَامِ الْحُجَّةِ عِنْدَهٗ عَلَی النَّسْخِ مَا کَانَ النَّبِیُّ ﷺ عَلَیْهِ، وَقِیْلَ لِاِبْرَاهِیْمَ اَیِ النَّخْعِیِّ عَنْ حَدِیْثِ وَائِلٍ اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ ﷺ یَرْفَعُ یَدَیْهِ اِذَا رَکَعَ وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّکُوْعِ، فَقَالَ: اِنْ کَانَ الْوَائِلُ رَاٰهُ مَرَّةً یَفْعَلُ ذٰلِکَ، فَقَدْ رَاٰهُ عَبْدُاللّٰهِ اَیِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ خَمْسِیْنَ مَرَّةً لَا یَفْعَلُ ذٰلِکَ. وَقَدْ رُوِیَ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ قَالَ: صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ، فَلَمْ یَکُنْ یَرْفَعُ یَدَیْهِ اِلَّا فِی التَّکْبِیْرَةِ الْاُوْلٰی، وَظَاهِرُهٗ اَنَّهٗ لَمْ یَتْرُکْ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ مَا کَانَ قَدْ یَفْعَلُهٗ اِلَّا لِمَا یُوْجِبُ لَهٗ ذٰلِکَ مِنْ نَسْخٍ، وَقَدْ رُوِیَ. (مرقات المصابیح ۲/۷۹۶)

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''حضرت عاصم بن

کلیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضرت علی ﷺ نماز کی تکبیر اول کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے اور حضرت علی ﷺ نے جو آپ ﷺ کے بعد اس رفع کا خلاف کیا تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان کے نزدیک آپ ﷺ کے سابقہ طریقہ کے منسوخ ہونے کی دلیل قائم ہو چکی تھی اور کسی نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حضرت وائل بن حجر ﷺ کی روایت بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو رکوع کرتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا، تو انہوں نے فرمایا کہ اگر وائل ﷺ نے آپ ﷺ کو ایک مرتبہ یہ عمل کرتے دیکھا تھا تو بے شک عبداللہ بن مسعود ﷺ نے پچاس مرتبہ دیکھا کہ آپ ﷺ نے یہ (رفع کا) عمل نہیں کرتے تھے۔ اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے فقط پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کیا اور بس، اور اس سے بھی یہی امر ظاہر ہے کہ انہوں نے رفع کے منسوخ ہونے کی وجہ سے ہی اسے چھوڑا ہے اور یہ منقول بھی ہے''۔

(٤) محدث العصر، فقیہ الامت حضرت علامہ خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ:

قَالَ الْعَلَّامَةُ خَلِیْلُ اَحْمَدُ السَّهَارَنْفُوْرِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ: ''ثُمَّ نَقُوْلُ اِنَّ خَاتِمَةَ الْبَحْثِ فِیْ هٰذِهِ الْمَسْاَلَةِ اَنَّ رَفْعَ الْیَدَیْنِ فِی الْاِنْتِقَالَاتِ بَعْدَ الرَّفْعِ عِنْدَ التَّحْرِیْمَةِ ثَبَتَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ غَیْرِ حَدِیْثٍ وَصَحَّ عَنْهُ ثُمَّ تَرَکَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ

يَفْعَلُهُ ثُمَّ لَمَّا لَمْ يَتَنَبَّهْ لَهُ الصَّحَابَةُ وَ فَعَلَهُ بَعْضُهُمْ فَلَمَّا رَآهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الصَّلٰوةِ يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ نَسَخَهَا وَنَهٰى عَنْهَا وَيَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ حَدِيْثُ تَمِيْمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ الَّذِيْ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَّقَدْ تَقَدَّمَ سِيَاقُهُ وَالْبَحْثُ فِيْهِ وَالَّذِيْ قَالُوْا فِيْ جَوَابِهِ أَنَّهُ مَحْمُوْلٌ عَلَى الْإِشَارَةِ فِي السَّلَامِ فَهُوَ لَغْوٌ وَّبَاطِلٌ كَمَا تَقَدَّمَ مُفَصَّلاً"

(بذل المجهود ١٠/٢)

علامہ خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "پھر ہم اس مسئلہ میں خاتمۂ بحث کے طور پر یہ کہتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ سے تکبیر اول کی رفع کے بعد دوسرے انتقالات کی رفع کئی صحیح احادیث سے ثابت ہے (اسی طرح یہ بھی کئی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ) پھر آپ ﷺ نے اس کو ترک فرمایا اور (دوبارہ) اس عمل کو نہیں کیا۔ پھر جب بعض ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کسی وجہ سے اس سے لاعلم رہ گئے تھے اور اسی بناء پر رفع یدین کیا کرتے تھے، تو جب آپ ﷺ نے ان کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا تو ان کو منع فرمایا اور روکا، اس بات پر دلیل حضرت تمیم بن طرفہ کی روایت ہے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے اور جس پر تفصیلی بحث پہلے گذر چکی ہے اور جو لوگ اس حدیث کو سلام کے وقت اشارہ پر محمول کرتے ہیں تو یہ بات محض لغو اور باطل ہی ہے۔۔۔"

(۵) جامع المنقول والمعقول، راز دان شریعت، امام المجاہدین، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی رفع الیدین کے نسخ کے ناقلین میں شامل ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے "ایضاح الادلہ")

﴿اشتہار﴾

☆☆ رفع الیدین کا عمل منسوخ ہے ☆☆

تکبیرۂ تحریمہ کے ساتھ رفع الیدین پر اجماع ہے اس کے سوا سب جگہ منسوخ ہے۔

نسخ کی دلیل نمبر ۱ : یہ مسلم اور متفق علیہا حقیقت ہے کہ ابتداء میں رفع الیدین کا عمل کثیر تھا یہاں تک کہ سجدہ کو جاتے اور اٹھتے وقت (عَنْ مَالِكِ ابْنِ الْحُوَيْرِثِ رضی اللہ عنہ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ فِيْ صَلَاتِهِ وَ إِذَا رَكَعَ وَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَ إِذَا سَجَدَ وَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوْعَ أُذُنَيْهِ . (النسائي ص ١٦٥) دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت (عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ كَبَّرَ وَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُوْنَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَ إِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ. ابن ماجة ص ٦٢) اور ہر تکبیر کے ساتھ (عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ

عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عُمَيْرِ بْنِ حَبِيْبٍ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ كُلِّ تَكْبِيْرَةٍ فِي الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ. (ابن ماجة ص ٦٢) رفع الیدین کا عمل ہوتا تھا۔ پھر کثرت سے قلت کی طرف نسخ ہوتا رہا جیسا کہ صحیح مسلم ۱ / ۱۸۱، کی روایات میں صراحۃً سلام کے وقت رفع الیدین کا نسخ مذکور ہے (عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ ﷺ قَالَ : كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ أَشَارَ بِيَدَيْهِ إِلَى الْجَانِبَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَامَ تُوْمُوْنَ بِأَيْدِيْكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ إِنَّمَا يَكْفِيْ أَحَدَكُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلٰى أَخِيْهِ مَنْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ (صحيح مسلم ۱ / ۱۸۱)۔ نیز خود غیر مقلدین بھی تین چار جگہوں کے سوا، رفع کو منسوخ سمجھ کر نہیں کرتے۔ لہذا جن روایات میں سب سے کم مقدار آئی ہے وہ زیادہ مقدار کے لئے ناسخ ہونگی۔ چونکہ احادیث صحیحہ میں سب سے کم مقدار صرف ایک مرتبہ رفع کی آئی ہے لہذا یہ ان احادیث کے لئے ناسخ ہونگی جن میں ایک سے زائد رفع کا ذکر ہے، صرف ایک مرتبہ رفع والی روایات میں سے بغرض اختصار صرف دو حدیثوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

(۱) **حدیث ابن عمر** رضی اللہ تعالیٰ عنہما : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ وَ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ فَلَا يَرْفَعُ وَ لَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ (مسند

حمیدی ۲ / ۲۷۷، مسند ابی عوانہ ۱ / ٤٢٤)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا : میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین نہ کرتے اور نہ سجدوں کے درمیان کرتے۔

نوٹ : اس حدیث کے تمام راوی صحیحین کے اور ثقہ ہیں۔

(۲) **حدیث عبداللہ بن مسعود** ﷺ : عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ : أَلَا أُصَلِّيْ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِيْ أَوَّلِ مَرَّةٍ (جامع الترمذی ۱ / ۵۹)

ترجمہ : علقمہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے فرمایا: کیوں نہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھادوں؟ (علقمہ فرماتے ہیں کہ) پھر انہوں نے نماز پڑھی اور اپنے ہاتھ صرف پہلی بار ہی اٹھائے۔

نوٹ : امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : "هٰذا حديث حسن" اور الجوہر النقی میں ہے کہ : وَالْحَاصِلُ أَنَّ رِجَالَ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ یعنی اس حدیث کی سند امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرط کے موافق ہے (الجوہر النقی علی ہامش البیہقی ۲ / ۷۸)

تنبیہ : ذخیرۂ احادیث میں کہیں بھی اس کی صراحت نہیں کہ رفع کی مقدار پہلے کم تھی پھر اس میں اضافہ ہوا، ورنہ دلیل سے ثابت کیا جائے

جیسے ہم نے صحیح مسلم کی روایت اور خصم کے عمل سے ثابت کیا ہے۔

نسخ کی دلیل نمبر ۲ :امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوداود اور امام طحاوی وغیرہ جیسے عظیم اور مسلم ومتفق علیہم محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک رفع الیدین منسوخ ہے۔ ان حضرات نے ابواب قائم کر کے پہلے رفع الیدین کی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں اور بعد میں ترک رفع کی۔ اور محدثین کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ منسوخ روایات کو پہلے اور ناسخ کو بعد میں ذکر کرتے ہیں۔ دیکھئے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں :ذَكَرَ مُسْلِمٌ فِيْ هٰذَا الْبَابِ الْاَحَادِيْثَ الْوَارِدَةَ بِالْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ ثُمَّ عَقَّبَهَا بِالْاَحَادِيْثِ الْوَارِدَةِ بِتَرْكِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ فَكَاَنَّهٗ يُشِيْرُ اِلٰى اَنَّ الْوُضُوْءَ مَنْسُوْخٌ وَ هٰذِهٖ عَادَةُ مُسْلِمٍ وَ غَيْرِهٖ مِنْ اَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ يَذْكُرُوْنَ الْاَحَادِيْثَ الَّتِیْ يَرَوْنَهَا مَنْسُوْخَةً ثُمَّ يُعَقِّبُوْنَهَا بِالنَّاسِخِ (النووی شرح صحیح مسلم ۱/ ۱۵۶) یعنی یہاں امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان احادیث کو ذکر فرمایا ہے کہ جن میں آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کا حکم ہے پھر ان کے پیچھے ان روایات کو لائے ہیں جن میں ترک وضوء کا بیان ہے، گویا وہ اپنے عمل سے اشارہ فرما رہے ہیں کہ وضوء والی روایات منسوخ ہیں۔ اور یہ امام مسلم اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ پہلے ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جو ان کی نظر میں منسوخ ہیں پھر ناسخ روایات کو ان کے بعد ذکر کرتے ہیں۔

الحاصل: اس ضابطہ کے پیش نظر، یہ کہنا بالکل بجا اور حق ہے کہ ان

کا صنیع اور انداز تحریر بتا رہا ہے کہ ان کے نزدیک رفع منسوخ ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱/ ۵۹، پر "بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ" قائم کر کے پہلے رفع کی حدیثوں کو اور بعد میں ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ص ۱۵۸ پر "بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ حَذْوَ الْمَنْكِبَيْنِ" قائم کر کے بعد میں "وَ تَرْكُ ذٰلِكَ" کا عنوان قائم کر کے رفع کی حدیث کے بعد ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح ص ۱۶۱ پر "بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوْعِ" وَ "بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ حَذْوَ فُرُوْعِ الْاُذُنَيْنِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوْعِ" وَ "بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ حَذْوَ الْمَنْكِبَيْنِ عِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوْعِ" قائم کر کے رفع کی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، پھر ان ابواب کے بعد "اَلرُّخْصَةُ فِيْ تَرْكِ ذٰلِكَ" کا عنوان قائم کر کے ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱/ ۱۰۴ پر "بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ" قائم کر کے احادیث رفع کا بیان فرمایا ہے اور ص ۱۰۹ پر "بَابُ مَنْ لَّمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّكُوْعِ" قائم کر کے ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱/ ۱۶۱ پر "بَابُ التَّكْبِيْرِ لِلرُّكُوْعِ وَالتَّكْبِيْرِ لِلسُّجُوْدِ وَالرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوْعِ هَلْ مَعَ ذٰلِكَ رَفْعٌ اَمْ لَا" قائم کر کے شروع میں رفع الیدین کی احادیث ذکر فرما کر آخر میں ترک رفع کی احادیث کے ساتھ ساتھ احادیث رفع کا جواب بھی دیا ہے۔

کچھ سوالات مجابہ

سوال نمبر ۱ : طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل حدیث رفع کے مطابق نقل فرمایا ہے لہذا ان کے نزدیک رفع ہی متعین ہوگی۔

جواب : ہم مانتے ہیں کہ ابتداء میں ان کا عمل حدیثِ رفع کے مطابق تھا لیکن جب نسخ ثابت ہوا تو ان کا عمل مسند حمیدی کی حدیثِ ترک رفع کے مطابق ہوتا رہا، جیسا کہ آپ ﷺ سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے۔ دیکھئے امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : "عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِى التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلٰوةِ "فَهٰذَا ابْنُ عُمَرَ قَدْ رَأَى النَّبِىَّ ﷺ يَرْفَعُ ثُمَّ قَدْ تَرَكَ هُوَ الرَّفْعَ بَعْدَ النَّبِىِّ ﷺ فَلَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ اِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهٗ نَسْخُ مَا قَدْ رَأَى النَّبِىَّ ﷺ فَعَلَهٗ وَ قَامَتِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ بِذٰلِكَ" آگے فرماتے ہیں "فَاِنْ قَالَ فَاِنَّ طَاوُسًا قَدْ ذَكَرَ اَنَّهٗ رَأَى ابْنَ عُمَرَ يَفْعَلُ مَا يُوَافِقُ مَا رُوِىَ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ ﷺ مِنْ ذٰلِكَ قِيْلَ لَهُمْ فَقَدْ ذَكَرَ ذٰلِكَ طَاوُسٌ وَّ قَدْ خَالَفَهٗ مُجَاهِدٌ فَقَدْ يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ ابْنُ عُمَرَ فَعَلَ مَا رَاٰهُ طَاوُسٌ يَفْعَلُهٗ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ عِنْدَهُ الْحُجَّةُ بِنَسْخِهٖ فَتَرَكَهٗ وَ فَعَلَ مَا ذَكَرَهٗ عَنْهُ مُجَاهِدٌ . (الطحاوی ۱/۱۶۳)

ترجمہ : "اگر کوئی شخص یہ کہے کہ طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

انہوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی روایت (یعنی رفع الیدین) پر عمل کرتے ہوئے دیکھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ذکر کیا ہے لیکن مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مخالفت کی ہے لہذا ہوسکتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق رفع الیدین اس وقت کیا جب ان کے پاس نسخ کی روایت نہیں پہنچی ہو، پھر جب نسخ کی روایت پہنچی تو انہوں نے رفع الیدین کو ترک کیا جیسے امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ترک رفع کے عمل کو نقل کیا ہے"۔

سوال نمبر ۲ : حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث رفع کا جواب کیا ہے؟

جواب : اس کے دو جواب ہیں۔ (۱) اس میں "وَاِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذٰلِكَ وَ كَبَّرَ" (طحاوی ۱/۱۶۲) کے الفاظ بھی ہیں (کہ دو سجدوں سے جب کھڑے ہوتے تھے تو رفع الیدین کرتے) حالانکہ ان پر خود غیر مقلدین کا بھی عمل نہیں، وہ ہر رکعت کے دو سجدوں کے بعد رفع یدین نہیں کرتے۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف ترک رفع کا عمل کر کے بتادیا کہ رفع کی حدیث منسوخ ہے۔ (طحاوی ۲/۱۶۳)

سوال نمبر ۳ : حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ متاخر الاسلام صحابی ہیں اور یہ بھی رفع ہی نقل کرتے ہیں۔

جواب : اس کے دو جواب ہیں (۱) خود غیر مقلدین کا ان کی

حدیث پر عمل نہیں کیونکہ ان کی حدیث میں سجدے سے اٹھنے کے وقت بھی رفع کا ذکر ہے اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا بھی ذکر ہے (سنن ابی داود ۱/۱۰۵) لیکن ان دونوں باتوں پر ان کا عمل نہیں۔

(۲) یہ متاخر الاسلام صحابی ؓ جب آخری بار خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو اس حاضری کے وقت صرف پہلی بار رفع کا ذکر فرماتے ہیں اور بس (دیکھئے سنن ابی داود ۱/۱۰۵)

سوال نمبر ٤ : حضرت ابو ہریرہ ؓ بھی متاخر الاسلام ہیں اور ناقل رفع ہیں۔

جواب : اس کے کئی جواب ہیں (۱) اس میں "حین یسجد" کے الفاظ بھی ہیں کہ سجدہ کے وقت بھی رفع کرتے تھے، حالانکہ غیر مقلدین اسے چھپاتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔

(۲) سنن ابی داود کی سند میں ایک راوی ابن جریج ہے جس نے نوے (۹۰) عورتوں سے متعہ کیا (میزان الاعتدال، تذکرۃ الحفاظ) دوسرا راوی یحیی بن ایوب ہے جو ضعیف ہے (رسائل ۱/۲۰۳) نیز طحاوی کی سند میں اسماعیل بن عیاش روایت کرتے ہیں صالح بن کیسان غیر شامی سے، اور ان کی روایت غیر شامیین سے حجت نہیں سمجھی جاتی عند الخصم، (طحاوی ۱/۱٦٤)۔

(۳) صحیح بخاری ۱/۱۱۰ پر صحیح سند سے حضرت ابو ہریرہ ؓ کی

حدیث موجود ہے جس میں رفع الیدین کا ذکر نہیں، لہذا اس کو حدیث رفع پر ترجیح ہوگی۔ پوری حدیث یوں ہے: "انّ اباهريرة كان يكبّر في كلّ صلوة من المكتوبة و غيرها في رمضان و غيره فيكبّر حين يقوم ثم يكبّر حين يركع ثم يقول سمع الله لمن حمده ثم يقول ربنا ولك الحمد قبل ان يسجد ثم يقول الله اكبر حين يهوي ساجدا ثم يكبّر حين يرفع رأسه من السجود ثم يكبّر حين يسجد ثم يكبّر حين يرفع رأسه من السجود ثم يكبّر حين يقوم من الجلوس في الاثنين و يفعل ذلك في كلّ ركعة حتى يفرغ من الصلوة ثم يقول حين ينصرف والذي نفسي بيده انّي لأقربكم شبها بصلوة رسول الله ﷺ إن كانت هذه لصلاته حتى فارق الدنيا.

اس طویل حدیث میں خط کشیدہ دو جملے انتہائی اہم ہیں۔

نمبر ۱ : حضرت ابو ہریرہ ؓ نے قسم کھا کر کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ اور قدرت میں میری جان ہے میں تم سے زیادہ مشابہ ہوں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ، یعنی میری نماز آپ ﷺ کی نماز کے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

نمبر ۲ : بیشک آپ ﷺ کی یہی ترک رفع والی نماز تھی یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوگئے۔ یعنی آخر دم تک ترک رفع والی نماز پڑھتے رہے۔

تنبیہ نمبر ۱ : کیا رفع والی نماز کے بارے میں ذخیرۂ احادیث میں ایسا جملہ پایا جاتا ہے اگر ہے تو صحیح سند سے پیش کریں۔ "مَازَالَتْ تِلْکَ صَلٰوتُہٗ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰہَ" منگھڑت جملہ پیش کرنے کی اجازت نہیں۔ ہماری طرح صحیح سند سے پیش کرنا ضروری ہے۔

تنبیہ نمبر ۲: بعض کہتے ہیں کہ اس میں جس طرح عند الرکوع رفع کا ذکر نہیں اسی طرح عند التکبیرۃ الأولی کا بھی ذکر نہیں، پھر بھی ابتداء میں رفع کیا جاتا ہے یہ کیوں؟ جواب اس کا یہ ہے کہ ہم اجماع کو بھی حجت مانتے ہیں چونکہ اس رفع پر اجماع ہے اس وجہ سے ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور اس کے سوا پر اجماع نہیں لہذا اسے اس حدیث کی وجہ سے منسوخ مانتے ہیں۔ اعتراض تو غیر مقلدین پر وارد ہوتا ہے کہ اس صحیح اور آخری عمل کو کیوں قبول نہیں کرتے؟

سؤال نمبر ۵ : حضرت مالک بن حویرث ؓ (جو متاخر الاسلام ہیں) بھی رفع کے ناقل ہیں۔

جواب: اس کے بھی کئی جواب ہیں (۱) امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ص ۱٦۵ پر ان سے سجدے کی رفع الیدین بھی نقل فرمائی ہے جس پر خود غیر مقلدین کا عمل نہیں، تو اب ان کا آدھی حدیث کو ماننا اور آدھی کو چھوڑنا أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کا مصداق ہے یا نہیں؟

(۲) اس کی ایک سند میں ابو قلابہ ہے جو ناصبی تھا اور اس کا شاگرد خالد ہے جس کا حافظہ صحیح نہیں رہا تھا، دوسری سند میں نصر بن عاصم ہے جو خارجی مذہب کا تھا۔ (رسائل ۱/۲۰۵)

(۳) ان کی حدیث میں " فروع اذنیہ " کانوں کے بالائی حصہ تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر بھی ہے (دیکھئے صحیح مسلم)، حالانکہ یہ ہمیشہ کندھوں تک اٹھاتے ہیں اور اس آخری حدیث پر عمل نہیں کرتے۔

سؤال نمبر ٦ : ابو حمید الساعدی ؓ کی حدیث میں بھی رفع کا ذکر ہے۔

جواب: اس کے بھی کئی جواب ہیں (۱) ابو حمید الساعدی ؓ کی صحیح روایت جو صحیح بخاری ۱/۱۱٤ پر ہے اس میں صرف پہلی مرتبہ رفع کا ذکر ہے اور بس، لہذا ان کی صحیح روایت غیر مقلدین کے خلاف ہے۔

(۲) ابوداود اور طحاوی کی سند میں عبد الحمید بن جعفر ضعیف راوی ہے، طحاوی ۱/۱٦٤ پر ہے "فَاِنَّھُمْ یُضَعِّفُوْنَ عَبْدَالْحَمِیْدِ فَلَا یُقِیْمُوْنَ بِہٖ حُجَّۃً" یعنی چونکہ محدثین عبد الحمید کو ضعیف قرار دیتے ہیں اس لئے اس سے دلیل نہیں پکڑتے۔

(۳) اس حدیث میں "فَقَالُوْا جَمِیْعاً صَدَقْتَ" کا جملہ ابو عاصم کے سوا دوسرا کوئی نقل نہیں کر رہا، طحاوی ۱/۱٦٤ پر ہے "حَدِیْثُ اَبِیْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِالْحَمِیْدِ ھٰذَا فِیْہِ فَقَالُوْا جَمِیْعًا صَدَقْتَ فَلَیْسَ یَقُوْلُ ذٰلِکَ اَحَدٌ غَیْرُ اَبِیْ عَاصِمٍ"

سوالات ومطالبات

غیر مقلدین سے درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

(۱) جس طرح ہم نے باحوالہ رفع الیدین کا نسخ ثابت کیا ہے، کیا اس طرح تم عبداللہ بن مسعود ؓ وغیرہ کی ترک رفع کی احادیث کا نسخ ثابت کر سکتے ہو؟ اگر ہمت ہے تو کر کے دکھاؤ۔

(۲) موطأ امام مالک ص ۵۹ پر سلسلۃ الذہب سند سے صرف ابتداء، اور بعد الرکوع رفع ثابت ہے، رکوع سے قبل کا رفع نہیں، پوچھنا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نماز جو رکوع جاتے وقت کی رفع کے بغیر ہوئی ہے، صحیح ہوئی یا فاسد؟ ناقص ہوئی یا کامل؟

(۳) محدث ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے "محلی ۳/۲۳۵" پر حدیث ترک رفع کو بھی صحیح قرار دے کر فرمایا ہے کہ رفع الیدین نہ کرنے والے بھی آپ ﷺ کی نماز پڑھتے ہیں اور "صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي" پر عامل ہیں۔ غیر مقلدین یہ بتائیں کہ تمہارے اس جد اعظم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سچ ہے یا جھوٹ؟ اور احادیث ترک رفع پر عمل کرنے والوں کو خلاف سنت نماز پڑھنے والے کہنا جائز ہے یا نہیں؟ ابن حزم کی تصحیح پر اعتماد نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟ نیز جن محدثین کی تصحیح وتضعیف پر اعتماد کر کے ان کی تقلید میں احادیث

رسول ﷺ کو صحیح اور ضعیف کہنا فرض اور ضروری ہے اُن کے نام اور اُن کی تقلید کا فرض اور واجب ہونا آیات واحادیث صحیحہ سے ثابت کریں۔ قیاس کر کے شیطان بننے اور تقلید کر کے مشرک بننے کی اجازت نہیں۔

(۴) رکوع سے قبل وبعد رفع قصداً یا سہواً چھوڑنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا مکروہ؟ سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے یا دوبارہ پوری نماز کا اعادہ ضروری ہے؟ قصد وسہو کا فرق بھی واضح کریں۔

(۵) بعض غیر مقلدین رفع الیدین کو فرض، بعض سنت اور بعض مستحب کہتے ہیں، ان میں سے حدیث کے خلاف کونسا ٹولہ ہے؟

تنبیہ: ان پانچ سوالات کے جوابات میں قیاس جیسے شیطانی عمل اور کسی کی تقلید کر کے شرک کے ارتکاب سے احتراز آپ کا فرض منصبی ہے۔ نیز جواب سے سکوت کر کے گونگا شیطان بننے کی اجازت نہیں۔

از حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب مدظلہ، ۶ر صفر ۱۴۲۱ھ

(جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم، مدنی کالونی گریکس ماری پور کراچی۔)

☆☆☆☆

اشتہار ''اظہارِ حق'' کا خلاصہ

ہمارے اشتہار بنام ''رفع یدین کا عمل منسوخ ہے'' کا جناب نصیب شاہ غیر مقلد نے اشتہار بنام ''نماز میں رفع یدین کا عمل سنت متواتر ہے'' کے ذریعہ جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ جناب غیر مقلد صاحب اپنی اس کوشش میں کتنا کامیاب ہوئے اس کا صحیح اندازہ تو اہل علم حضرات ہی لگا سکتے ہیں، کہ جناب غیر مقلد صاحب نے کہاں کہاں حق چھپانے کی کوشش کی ہے، کتنا جھوٹ بولا ہے اور کتنے افتراء و بہتان کے تیر چلائے ہیں۔

ہم نے عدل وانصاف کے خوگر عوام کے نفع کی خاطر اس اشتہار کا تفصیلی جواب لکھ کر سب سے پہلے جناب نصیب شاہ کی خدمت میں بھیجا اور ان سے پرزور مطالبہ کیا کہ اس کا جواب ضرور لکھیے ورنہ........

لیکن سال سے زیادہ مدت گزر گئی کہ جناب کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا، اللہ جانے غیر مقلد دوست کا ارادہ اس قرض کو اتارنے کا ہے بھی یا نہیں؟

قارئین کرام! یہ تفصیلی جواب بحمد اللہ تعالی ہمارے پاس محفوظ ہے جن کو شوق ہو آ کر ملاحظہ فرمالے۔

برادران محترم! زیر نظر رسالے میں ہم نے اپنا اشتہار دینے کا فیصلہ کرلیا، تو ہم نے ضروری سمجھا کہ اپنے قارئین کرام کو یہ بھی بتاتے جائیں کہ اس اشتہار کا ایک نامکمل اور ناقص جواب لکھا گیا ہے جس کے پرخچے ایسے اڑائے گئے ہیں آج سوا سال کے بعد بھی فریق ثانی ''صم بکم'' کی عملی تفسیر بنے ہوئے ہیں، ان شاء اللہ تعالی مستقبل میں بھی ان کی قسمت پر خاموشی ہی چھائی رہے گی۔ طوالت کے خوف سے اس مختصر رسالے میں پورے اشتہار کو تو نقل نہیں کیا جاسکتا البتہ جناب نصیب شاہ غیر مقلد صاحب کے جو جھوٹ، فریب دہی اور نرالی تحقیقات سامنے آئی ہیں صرف انہی کو اپنے پیارے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، جنہیں پورا جواب دیکھنے کا شوق ہے وہ ہمارے یہاں تشریف لے آئیں۔

☆ غیر مقلد نصیب شاہ صاحب کے جھوٹ اور دھوکے ☆

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۱): غیر مقلد صاحب نے لکھا: ''سجدوں اور ہر تکبیر والے روایات ضعیف ہیں''

قارئین کرام! غیر مقلد صاحب کا یہ دعوی درجہ ذیل وجوہ کی بناء پر جھوٹ اور دھوکہ ہے۔

(۱) ''مجمع الزوائد ۲ر۷۰'' پر حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کی صحیح حدیث موجود ہے جس میں رکوع اور سجدہ کی رفع کا ذکر ہے۔

(۲) جناب نصیب شاہ صاحب نے بعض روایات کو صحیح سمجھنے کے

باوجود غیر معصومین کی تقلید کرتے ہوئے ان میں تاویلات کی ہیں۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۲): ہم نے علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے ایک قاعدہ نقل کیا ہے، جناب غیر مقلد صاحب نے ایک ہی جملہ بول کر اس سے گلو خلاصی کی کوشش کی ہے۔ لکھتے ہیں: ''یہ قاعدہ خود ساختہ بھی تمہارے خلاف ہے۔''

قارئین کرام! اس قاعدہ کو خود ساختہ کہنا جھوٹ اور دھوکہ ہے، کیونکہ ہم نے کتاب کے حوالے اور عربی عبارت کے ساتھ یہ قاعدہ پیش کیا ہے، تو خود ساختہ کیونکر ہوا؟

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۳): غیر مقلد دوست لکھتے ہیں: حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی اس آخری ملاقات میں خاص کر رفع یدین کا تذکرہ کیا ''عن وائل بن حجر لانظرن'' (الحدیث)

قارئین کرام! حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو آخری ملاقات کی روایت قرار دینا بھی جناب کا خالص جھوٹ اور دھوکہ ہے، علامہ بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ اس روایت کو پہلی بار آمد کی روایت قرار دے رہے ہیں اور برانس و کمبل والی روایت کو آخری فرما رہے ہیں،

فرماتے ہیں: قُلْتُ لَأَنْظُرَنَّ ... وَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِي آخِرِهِ ثُمَّ جِئْتُ بَعْدَ ذَلِكَ بِزَمَانٍ فِيهِ بَرْدٌ فَرَأَيْتُ النَّاسَ عَلَيْهِمْ جُلُّ الثِّيَابِ تَحَرَّكُ أَيْدِيهِمْ مِنْ تَحْتِ الثِّيَابِ (السنن الكبرى للبيهقي ۲/۲۸) اس روایت میں سردی

کے زمانہ میں دوبارہ آنا اور گرم کپڑوں کے نیچے رفع یدین کرنا اور (ابوداود کی روایت کے مطابق) اس بار صرف پہلی مرتبہ رفع کا دیکھنا صراحۃً لکھا ہوا ہے۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر ٤: ''اذا نَسِيَ احدُكم فليسجد سجدتين'' (الحدیث) اور ''لِكُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ'' (الحدیث)

قارئین کرام! جناب نصیب شاہ غیر مقلد نے ان دو حدیثوں کا خلاصہ اور ترجمہ بتاتے ہوئے حدیث کو کس چالاکی سے بگاڑ کر اپنے نظریے کا تحفظ کیا ہے۔ ''بایں عقل و دانش بباید گریست''

ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جب تم میں سے کوئی ایک نماز میں بھول جائے تو آخر میں دو سجدے کر لیں، ہر بھول واقع ہونے پر سلام پھیرتے وقت دو سجدے ہیں''

برادران محترم! جناب غیر مقلد صاحب نے ''سلام پھیرتے وقت'' کہہ کر بات گول مول کر لی کہ سلام کے بعد دو سجدے کرے یا سلام سے پہلے؟ چونکہ جناب کے مذہب میں سلام سے پہلے دو سجدے ہیں، اور یہ مذہب اس حدیث کے خلاف ہے، کیونکہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ ہر بھول پر سلام کے بعد دو سجدے ہیں۔ حدیث کے الفاظ میں ''بعد السلام'' کا معنیٰ کون نہیں جانتا؟

عزیزان محترم! ''بعد السلام'' کا صاف ترجمہ چھوڑ کر اسے گول مول کرنا، کیا دھوکہ، جھوٹ اور اپنے مذہب کو حدیث مبارک پر ترجیح دینا نہیں؟

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۵) : جناب غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں: امام بخاری کے استاد علی بن مدینی عبداللہ بن عمر کی حدیث کے بعد فرماتے ہیں: کہ مسلمانوں پر لازم اور حق ہے کہ نماز میں رفع یدین کریں۔"

قارئین محترم! علی بن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ یہ ہیں: "حَقٌّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ الخ" ان کے کلام میں لازم کا لفظ نہیں، یہ جناب غیر مقلد صاحب کا اضافہ ہے۔ باقی رہا لفظِ حق، تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ حق استحبابی بھی ہوتا ہے اور وجوبی بھی، اس کو بدوں دلیل وجوبی اور لزومی پر محمول کرنا سینہ زوری اور قائل کے ذمہ اپنی طرف سے ایسی بات لگانا ہے جس سے وہ خوش نہیں۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (٦) : لکھا ہے کہ: "امام ابن مبارک فرماتے ہیں کہ رفع الیدین کے احادیث تعداد کثرت اور قوت صحت کے لحاظ سے اتنا قوی ہے کہ جیسے میں اس وقت نبی کریم ﷺ کو رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں الخ"

قارئین کرام! جناب غیر مقلد صاحب نے حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت سے رکوع جاتے اٹھتے وقت رفع یدین کا وجوب ثابت کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ واجب ہے۔ حالانکہ اس پوری عبارت میں ایک مرتبہ بھی وجوب ولزوم کا لفظ نہیں۔

برادران محترم! ثبوت الگ چیز ہے اور حکم اور اس کا درجہ وحیثیت الگ چیز، انکی عبارت ثبوت سے متعلق ہے حکم کے درجہ اور حیثیت سے متعلق نہیں، کہ فرض ہے یا واجب یا سنت ومستحب۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۷) : جناب نے لکھا ہے کہ: "امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لا یحل ترکه یعنی رفع یدین کا چھوڑنا ہرگز جائز نہیں"

قارئین محترم! حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جو قول ہمیں ملا ہے اس میں "لا یحل ترکه" (کہ چھوڑنا حلال نہیں) کا نام ونشان تک نہیں، ہاں وہ تو ثواب کی امید کی بات کرتے ہیں، اَلرَّبِیْعُ بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ قُلْتُ لِلشَّافِعِیِّ مَا مَعْنٰی رَفْعِ الْیَدَیْنِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ فَقَالَ مَعْنٰی رَفْعِهَا عِنْدَ الْاِفْتِتَاحِ تَعْظِیْمًا لِلّٰهِ وَسُنَّةٌ مُتَّبَعَةٌ یُرْجٰی ثَوَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمِثْلُ رَفْعِ الْیَدَیْنِ عَلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَغَیْرِهِمَا. (السنن الکبری للبیهقی ۲/۸۲)

قارئین کرام! اس عربی عبارت کا ترجمہ جناب نصیب شاہ غیر مقلد سے کرا کے پوچھ لیجیے کہ کس لفظ کا ترجمہ یہ ہے کہ "رفع یدین کا چھوڑنا قطعاً جائز نہیں"۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۸) : میرے غیر مقلد دوست فرماتے ہیں: "امام اوزاعی امام حمیدی اور امام ابن خزیمہ رفع یدین کو واجب کہتے تھے"۔

برادران محترم! یہ تینوں حضرات صرف تکبیرۂ تحریمہ کے وقت رفع الیدین کو واجب فرماتے ہیں اور بس، رکوع سے قبل وبعد اور تیسری رکعت کی رفع کو ان حضرات نے ہرگز ہرگز واجب نہیں فرمایا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَقَوْلُ ابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ: أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی جَوَازِ رَفْعِ الْیَدَیْنِ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَمِمَّنْ قَالَ بِالْوُجُوْبِ اَیْضًا الْاَوْزَاعِیُّ

وَالْحُمَيْدِيُّ شَيْخُ الْبُخَارِيِّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ مِنْ أَصْحَابِنَا (فتح الباری ۲، ۲۷۹)

اس عبارت میں تصریح موجود ہے کہ اختلاف افتتاح صلاۃ کی رفع میں ہے اور بس، رکوع سے قبل و بعد کی رفع میں کسی کا اختلاف نہیں (عبارت کا ترجمہ کسی غیر مقلد سے کرانا چاہیے)

برادران محترم ! آپ نے دیکھا کہ ان غیر مقلد صاحب نے حضرات محدثین و محققین رحمہم اللہ تعالیٰ پر کس قدر جھوٹ و افتراء باندھا ہے مگر پھر بھی ان کا مقصد پورا نہ ہوسکا...

ع

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم — نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے

جب کھل گئی بطالت پھر اسکو چھوڑ دینا — نیکوں کی ہے یہ سیرت راہ ہدیٰ یہی ہے

﴿غیر مقلد دوست کے معیار علم کے چند نمونے﴾

نمونہ نمبر ۱ : جناب نصیب شاہ غیر مقلد لکھتے ہیں: ’’اصطلاحی طور پر فرض واجب سنت جو بھی حکم لگادو دلائل کے روح (صحیح لفظ ’’رو‘‘ ہے۔ ناقل) سے وہ درست ہے‘‘۔

قارئین کرام ! علمی دنیا میں فرض، واجب اور سنت میں فرق مسلم اور بدیہی ہے کسی مکتب فکر نے اس کا انکار نہیں کیا، لیکن جناب غیر مقلد صاحب کا دعوی دیکھیے کہ یہ دلائل کے ’’روح‘‘ سے ثابت ہے، کاش جناب نصیب شاہ صاحب کا کوئی دیندار اور حق پرست مقتدی اور مقلد اٹھ کر جناب سے پوچھے کہ وہ دلائل ذرا بتا دیجیے جن سے رفع یدین کا فرض اصطلاحی ہونا اور واجب اصطلاحی ہونا اور سنت اصطلاحی ہونا ثابت ہوتا ہے اور ان میں اتحاد بھی ثابت ہوتا ہے، تو کیا ہی مزہ آجاتا۔

ترسم کہ نرسی بکعبہ اے اعرابی :::::: کیں رہ کہ تو می روی بترکستان است

نمونہ نمبر ۲: جناب نصیب شاہ غیر مقلد نے تین دفعہ لکھا ہے ’’عیدین اور وتروں میں رفع یدین کرنے کی کوئی مرفوع صحیح اور صریح حدیث نہیں‘‘۔ جناب نے یہ لکھ کر ہمیں طعنہ دیا ہے کہ جہاں ثابت نہیں وہاں کرتے

ہواور جہاں ثابت ہے وہاں نہیں کرتے۔

میرے پیارے غیر مقلد دوست ! ہمارے ہاں چونکہ رکوع کی رفع منسوخ ہے اس وجہ سے نہیں کرتے، اور وتر وعیدین کی رفع ہم مقلدین، ماہر شریعت اور مجتہد کی رہنمائی اور تقلید میں کرتے ہیں۔ مشکل تو آپ جیسے غیر مقلدین کے سر آپڑی ہے کہ آپ کی پوری جماعت عیدین اور وتر میں عام نمازوں سے زیادہ رفع کرتی ہے حالانکہ بقول آپ کے، یہ رفع کسی صحیح مرفوع صریح حدیث سے ثابت نہیں۔ لہذا جناب غیر مقلد دوست آپ ہی بتایئے، آپ لوگ یہ رفع تقلیداً کرتے ہو یا قیاساً؟ جبکہ آپ کے یہاں تقلید حرام فعل ہے اور قیاس شیطان کا کام ہے۔ اس مسئلہ میں آپ کی پارٹی کچھ حرام فعل کر کے رفع یدین کرتی ہے یا شیطان کی جماعت میں شامل ہو کر رفع کرتی ہے؟

ع

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں — لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

گل وگلچیں کا گلہ بلبل ناشاد نہ کر — تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

نمونہ نمبر ۳ :جناب غیر مقلد صاحب فرماتے ہیں: ”لیکن مقلدین اس عمل سے رجوع کے لیئے تیار نہیں جو اول تا آخر اسلام میں حرام رہا ہے یعنی عورتوں کا حلالہ کرنا“۔

قارئین کرام! ہمارے حنفیہ کے یہاں سے لکھا جاتا ہے کہ تین

طلاقوں کے بعد عورت پہلے شوہر کے لیے حلالہ شرعیہ کے بعد حلال ہو جائے گی، اور حلالہ شرعیہ یہ ہے کہ جس عورت کو شوہر تین طلاقیں دے وہ عدت کے بعد اپنی مرضی سے دوسرے سے نکاح کر لے پھر وہ (دوسرا شوہر) صحبت کے بعد اپنی مرضی سے طلاق دیدے یا وہ قضائے الہی سے فوت ہو جائے تو عدت کے بعد اگر یہ عورت پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ جائز ہے۔

ہم غیر مقلد سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ حلالہ شرعیہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں؟ قرآن کریم کی آیت مبارکہ ”حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ“ میں کیا تین طلاقوں والی عورت کے حلال ہونے کی صورت کا بیان نہیں؟ اور صحیح بخاری (ص ۷۹۲، ص ۸۰۱ ج ۲) کی حدیث جس میں آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا (جس کو شوہر تین طلاق دے چکا تھا اور وہ دوسرے سے نکاح کر چکی تھی لیکن صحبت نہیں ہوئی تھی اور وہ پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی تھی بدوں شوہر ثانی سے صحبت کیئے) ”لَا حَتّٰی تَذُوْقِیْ عُسَیْلَتَهٗ وَیَذُوْقَ عُسَیْلَتَکِ“ کہ جب تک ہمبستری اور صحبت نہ کرلو پہلے شوہر کے پاس جانا تیرے لیے حلال نہیں۔

جناب من! کیا صحیح بخاری کی اس صحیح حدیث میں تین طلاق کے بعد حلال ہونے کی صورت کا بیان نہیں؟

جناب من! حلالہ شرعیہ جس کی تفصیل اوپر لکھ چکا ہوں کیا اسلام میں اول تا آخر حرام رہا ہے؟ استغفر اللہ!!!! جو چیز قرآن وحدیث سے اول تا آخر ثابت ہے اس کو تو حرام سمجھ رہے ہیں اور جو چیز ناجائز اور حرام ہے اول تا آخر

اس کے حلال ہونے کے دھڑا دھڑ فتوے دیے جا رہے ہیں.....

تین طلاقوں کے بعد شوہر اول کے لیے حلال ہونے کی صورت کو قرآن کریم نے "حتی تنکح زوجا غیرہ" سے مقید کیا ہے لیکن ان غیر مقلدین نے قرآن کریم کی اس صریح قید کو اڑا کر فتوی دیا کہ بدوں کسی اور سے نکاح کیئے حلال ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے تین طلاق پانے والی عورت سے فرمایا کہ جب تک دوسرے شوہر سے ہمبستری نہ ہوگی پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی، لیکن آج کے محققین نے اس صحیح حدیث کے خلاف فتوی دیکر فیصلہ دیا کہ دوسرے سے نکاح کے بغیر بھی پہلے شوہر کے لیے حلال ہے۔

ع ہم الزام ان پر رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

الحاصل: جناب نصیب شاہ غیر مقلد کے اشتہار کی کچھ جھلکیاں قارئین کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔ جو حضرات دونوں اشتہار اور ہمارا تفصیلی جواب دیکھنا چاہیں وہ تشریف لائیں اور ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆☆
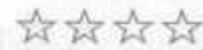
بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿جلسہ استراحت کا حکم﴾

اکثر ائمۃ الفقہ والحدیث جلسہ استراحت کے قائل نہیں۔ یہ حضرات جلسہ کے بغیر سیدھا کھڑے ہونے کو افضل فرماتے ہیں۔ ان جبال علم ومعرفۃ کے اقوال واسماء ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَفِی التَّمْھِیْدِ اخْتَلَفَ الْفُقَھَاءُ فِی النُّھُوْضِ عَنِ السُّجُوْدِ فَقَالَ مَالِکٌ وَّالْاَوْزَاعِیُّ وَالثَّوْرِیُّ وَاَبُوْ حَنِیْفَۃَ وَاَصْحَابُہٗ یَنْھَضُ عَلٰی صُدُوْرِ قَدَمَیْہِ وَلَا یَجْلِسُ (حاشیہ البخاری ۱/۱۱۳) ان حضرات کا اپنا عمل بھی جلسہ استراحت نہ کرنا تھا۔

قَالَ النُّعْمَانُ بْنُ اَبِیْ عَیَّاشٍ: اَدْرَکْتُ غَیْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ یَفْعَلُ ذٰلِکَ (حوالہ بالا) نعمان فرماتے ہیں کہ میں نے بے شمار صحابہ کرام ؓ کو اسی طرح (یعنی جلسہ استراحت نہ) کرتے دیکھا ہے۔

قَالَ اَبُو الزِّنَادِ: وَ ذٰلِکَ السُّنَّۃُ (حوالہ بالا) ابوزناد فرماتے ہیں سنت یہی ہے (کہ جلسہ استراحت نہ کرے)

وَبِهٖ قَالَ أَحْمَدُ وَ رَاهُوَيْه وَ قَالَ أَحْمَدُ: وَ أَكْثَرُ الْأَحَادِيْثِ يَدُلُّ عَلٰى هٰذَا (حوالہ بالا) امام احمد اور راہویہ کا قول بھی یہی ہے (کہ جلسہ استراحت نہ کرے) اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اکثر احادیث اسی پر دلالت کرتی ہیں (کہ جلسہ استراحت نہیں) یاد رہے کہ یہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذ ہیں۔

﴿ دلائل ﴾

(دلیل ۱): حدیث مسیء الصلاۃ بروایۃ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ نے حضرت خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ کو نماز کا طریقہ بتاتے ہوئے سجدہ کی تعلیم کے بعد فرمایا: ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلَاتِكَ كُلِّهَا (صحیح بخاری ۹۸۶/۲) اس حدیث میں دوسرے سجدے کے بعد پوری نماز میں سیدھے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے اور بیٹھنے کا ذکر نہیں۔ چونکہ دوسری اور چوتھی رکعت کے بعد مستقل قعدہ ہے اس لیے ظاہر ہے کہ یہ پہلی اور تیسری رکعت سے متعلق ہوگا۔

اشکال: صحیح بخاری ۹۲٤/۲ پر "حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا" کی جگہ "حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا" کے الفاظ ہیں جو جلسۂ استراحت پر دال ہیں، لہٰذا حنفیہ کا استدلال تام نہ ہوا۔

جواب: یہ کسی راوی کا وہم ہے صحیح روایت "حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا" ہی ہے، دو وجہ سے:

(۱) خود حافظ ابن الحجر الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس وہم کو تسلیم کیا ہے (فتح الباری ۲۲۲/۱، ۳۵۵)

(۲) امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا صنیع بھی اسی کی تائید کرتا ہے کیونکہ انہوں نے "حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا" کے بعد فرمایا "قَالَ أَبُوْ أُسَامَةَ فِي الْأَخِيْرِ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا" (صحیح بخاری ۹۲٤/۲، فتح الباری ۳۱/۱۱، ٤۳)

(دلیل ۲): حَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْهَضُ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ. (ترمذی ٦٤/۱) کہ آپ ﷺ نماز میں پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

اعتراض: امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کی سند میں خالد ابن الیاس راوی ضعیف ہے۔

جواب: محقق ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سند کے ضعف کے باوجود تلقی بالقبول کی وجہ سے یہ صحیح اور قابل حجت ہے۔ (حاشیۃ البخاری ۱۱۳/۱)

غیر مقلدین کی دلیل: حدیث مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ اس میں "لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا" آیا ہے۔ (بخاری ۱۱۳/۱)

جواب: اس کے کئی جواب ہیں۔

۱۔ اس کی سند میں ابو قلابہ ہے جو ناصبی مذہب کا تھا اور اس کا شاگرد خالد ہے جس کا حافظہ صحیح نہ رہا تھا۔ (رسائل ۲۰۵/۱)

۲۔ ابو قلابہ کے ایک شاگرد ایوب السختیانی فرماتے ہیں: كَانَ يَفْعَلُ

شَیْئًا لَمْ أَرَهُمْ یَفْعَلُوْنَهُ کَانَ یَقْعُدُ فِی الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ (بخاری ۱/۱۱۳) کہ مالک بن الحویرث ؓ نے عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی اور میں نے اس بوڑھے عمرو بن سلمہ کی طرح کسی اور کو جلسہ استراحت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام معمول جلسہ استراحت نہ کرنے کا تھا۔

۳۔ بنا بر صحت حدیث عذر اور حاجت پر محمول ہے، خود غیر مقلدین کے سرتاج علامہ ناصر البانی فرماتے ہیں: جلسہ استراحت مشروع نہیں صرف حاجت کے لئے ہے۔ (ارواء الغلیل ۲/۸۳ بحوالہ رسائل ۳/۳۴۶)

کچھ سوالات ومطالبات

۱۔ کیا کسی صحیح صریح حدیث میں ہے کہ جلسہ استراحت سنت موکدہ ہے؟

۲۔ کیا اس جلسہ میں کوئی ذکر بھی مسنون ہے؟ یہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ کے خلاف ہے یا نہیں؟

۳۔ کیا جلسہ استراحت کے بعد تکبیر کہہ کر اٹھنا بھی کسی حدیث سے ثابت ہے؟ اگر ثابت نہیں تو یہ سنت یا مستحب نہ ہوگا کیونکہ ہر خفض ورفع میں تکبیر وذکر ہے۔

۴۔ ابو مالک اشعری ؓ نے اپنی قوم کو جب آپ ﷺ کی نماز کا طریقہ سکھایا تو انہوں نے تکبیر اول کے بعد نہ رفع یدین سکھائی اور نہ ہی جلسہ

استراحت سکھایا (مسند احمد ۵/۳۴۴، مجمع الزوائد) کیا اس صحابی نے سنت کی خلاف نماز سکھائی؟ کیا یہ تارک سنت تھے؟ کیا انہوں نے اپنی قوم کو خلاف سنت گمراہ کیا؟

۵۔ امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضور اکرم ﷺ صحابہ ؓ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے، کیا ان ائمہ اور صحابہ و تابعین ؒ کی نماز ہوئی یا نہیں جو جلسہ استراحت نہ کرتے تھے؟ ان کے ذمہ ان نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ اگر کوئی بھولے سے جلسہ استراحت چھوڑ دے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

۶۔ غیر مقلد علامہ البانی نے جو تاویل کر کے اس حدیث کو حاجت پر محمول کیا ہے، اس کی وجہ سے وہ حدیث رسول ﷺ میں تحریف کے مرتکب ہو کر گمراہ ہوئے یا نہیں؟ ان کی تاویل صحیح ہے یا پھر غلط؟

یاد رکھئے! ان تمام سوالات کے جواب صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث سے دینا ضروری ہے قیاس شیطان کا کام ہے اور تقلید شرک ہے اور بے سند گفتگو بے دینی ہے اور جواب نہ دینا گونگے شیطان کا شیوہ ہے لہذا ان تمام عیوب ونقائص سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے منصب کے مطابق جواب دیجئے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ وتر اور قنوت کے مسائل ﴾

مسئلہ نمبر (١) : نماز وتر تین رکعت ہے۔

(١) "کِتَابُ التَّهَجُّدِ" میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے امّی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت نقل فرمائی ہے جس میں ایک سؤال کے جواب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان دونوں صورتوں میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے، چار (٤) پڑھتے انتہائی حسن وطوالت کے ساتھ، پھر چار (٤) پڑھتے انتہائی حسن وطوالت کے ساتھ، پھر "یُصَلِّیْ ثَلٰثاً" یعنی تین پڑھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ سے پوچھا: "یارسول اللہ ﷺ کیا آپ وتر سے پہلے سوجاتے ہیں؟ فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ (صحیح بخاری ١/١٥٤)

فائدہ : اس حدیث میں آٹھ تہجد اور تین رکعت وتر کا ذکر ہے اور "فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِهٖ" کے اضافے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عمل سال کے بارہ مہینے ہوتا تھا۔

(٢) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (مستدرک حاکم ١/٦٠٨، ترمذی ١/١٠٦، طحاوی ١/٢٠٠) اس مضمون کی روایت حضرت ابی بن کعب، عبداللہ بن عباس، عمران بن حصین وغیرہم رضی اللہ عنہم سے بھی سند صحیح اور حسن سے مروی ہے۔

(نسائی ١/٢٤٨، ترمذی ١/١٠٦، طحاوی ١/٢٠٠، عبدالرزاق ٣/٣٣، ابن ابی شیبہ ٢/١٩٩)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے، پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں کافرون اور تیسری میں اخلاص اور معوذتین پڑھتے (اور بعض روایات میں ہے کہ تیسری میں اخلاص پڑھتے)

توثیق : قَالَ الْحَاكِمُ رحمہ اللہ تعالیٰ : هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ (المستدرک ١/٦٠٩)

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ (عمدة القاری ٥/٢١٥)

قَالَ الْإِمَامُ التِّرْمِذِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : وَهٰذَا (أَيْ حَدِيْثُ عَائِشَةَ، الناقل) حَدِيْثٌ حَسَنٌ (الترمذی ١/١٠٦)

(٣) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہما أَنَّهٗ رَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَ تَوَضَّأَ وَ هُوَ يَقُوْلُ "اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ اَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكْعَاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ .(رواه مسلم ،مشكوة ١٠٦)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ وہ (ایک رات) حضرت رسول اللہ ﷺ کے ہاں سوئے چنانچہ (انہوں نے بیان کیا کہ) آپ ﷺ رات میں بیدار ہوئے، مسواک کی، اور وضو کیا پھر یہ آیت پڑھی۔۔۔آخر سورت تک اس کے بعد آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی، جس میں قیام، رکوع اور سجدے کو طویل کیا پھر (دو رکعت نماز سے) فارغ ہو کر سو گئے اور خراٹے لینے لگے تین مرتبہ آپ ﷺ نے اسی طرح کیا (یعنی مذکورہ طریقہ پر دو رکعت پڑھ کر سوتے پھر اٹھ جاتے) اس طرح آپ ﷺ نے تین مرتبہ چھ رکعتیں پڑھیں اور ہر بار مسواک بھی کرتے وضو بھی کرتے اور آیتیں بھی پڑھتے تھے پھر آخر میں آپ ﷺ نے وتر کی تین رکعت پڑھیں۔

(٤) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ قَالَ :لَاَرْمُقَنَّ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اللَّيْلَةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ اَوْتَرَ فَذٰلِكَ ثَلٰثَةَ عَشَرَةَ رَكْعَةً ،رَوَاهُ مُسْلِمٌ ،قَوْلُهٗ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ هٰكَذَا فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ (مشكوة ١٠٦)

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک رات میں نے ارادہ کیا کہ) میں آج کی رات آپ ﷺ کی نماز کو دیکھتا رہوں گا چنانچہ (میں نے دیکھا کہ) پہلے آپ ﷺ نے دو رکعتیں ہلکی پڑھیں پھر دو رکعتیں طویل طویل طویل سی پڑھیں پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جو ان دونوں سے کم (طویل) تھیں جو آپ ﷺ نے ان سے پہلے پڑھی تھیں، پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جو پہلے پڑھی گئی دونوں رکعتوں سے کم (طویل) تھیں، پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جو پہلے پڑھی جانے والی دونوں رکعتوں سے کم (طویل) تھیں، پھر آپ ﷺ نے وتر پڑھے اور یہ سب تیرہ (١٣) رکعتیں ہوگئیں (مسلم) اور زید کا یہ قول کہ پھر دو رکعتیں پڑھیں جو پہلے پڑھی گئی دونوں رکعتوں سے کم تھیں صحیح مسلم میں، حمیدی کی کتاب کہ جس میں انہوں نے فقط مسلم ہی کی روایتیں نقل کی ہیں اور موطا امام مالک، سنن ابی داود نیز جامع الاصول سب میں چار مرتبہ منقول ہے۔

(٥) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : صَلَاةُ الْمَغْرِبِ وِتْرُ صَلَاةِ النَّهَارِ .(ابن ابی شیبة ١٨٣/٢، عبدالرزاق ٢٨/٣، طحاوی ١٩٧/١)

ترجمہ : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : مغرب کی نماز دن کی وتر ہے۔

توثیق :قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : وَهٰذَا السَّنَدُ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ

(٦) حضرت ابن مسعود ؓ سے بھی سند صحیح سے مروی ہے کہ رات کے وتر دن کے وتر کی طرح ہیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ : وِتْرُ اللَّيْلِ كَوِتْرِ النَّهَارِ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ ثَلَاثٌ . (مجمع الزوائد ۲/۵۰۳، سنن کبری ۳/۳۱)

توثیق : قَالَ الْعَلَّامَةُ الْهَيْثَمِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيْحِ.

فائدہ : ان روایات میں رات کے وتر کو دن کے وتر یعنی مغرب کی نماز کی طرح قرار دیا گیا ہے، سب جانتے ہیں کہ مغرب کی نماز دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ ہے لہذا وتر اللیل بھی اسی طرح ہوگا۔

مسئلہ نمبر (۲) : نماز وتر میں دو تشہد اور ایک سلام ہے۔

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُسَلِّمُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْوِتْرِ ، وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْهَا : يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ (المستدرک للحاکم ۱/۶۰۷، النسائی ۱/۲۴۹)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے اور سلام صرف آخر میں پھیرتے۔

توثیق : امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ . (المستدرک للحاکم ۱/۶۰۷)

فائدہ : اس صحیح حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ تین وتر ایک سلام کے ساتھ ہے۔

(۲) حضرت عمر ؓ اور اہل مدینہ بھی دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ تین وتر پڑھتے تھے جیسا کہ حاکم نے مندرجہ بالا حدیث کے تحت لکھا ہے:

وَهٰذَا وِتْرُ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ؓ وَعَنْهُ أَخَذَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ. (المستدرک للحاکم ۱/۶۰۷)

مسئلہ نمبر (۳) : دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے گی۔

(۱) عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ؓ : أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ... وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ ... الحدیث (النسائی ۱/۲۴۸، ابن ماجہ ۸۴)

ترجمہ : حضرت ابی بن کعب ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔۔۔ اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

توثیق : علامہ ماردینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی سند پر کلام کر کے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (الجوہر النقی علی ہامش البیہقی ۳/۴۱)

(۲) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ . (ابن ابی شیبۃ ۲/۲۰۲)

ترجمہ : حضرت ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(۳) عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ كَانُوْا يَقْنُتُوْنَ

قَبْلَ الرُّكُوْعِ .(مصنف ابن ابی شیبة ۲۰۲/۲)

ترجمہ : علقمہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود اور نبی کریم ﷺ کے دوسرے صحابہ ؓ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

توثیق :قَالَ الْاِمَامُ الْمَارْدِیْنِیُّ رحمہ اللہ تعالیٰ :وَھٰذَا سَنَدٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ .(الجوھر النقی علی ھامش البیھقی ۴۱/۳)

سوال: کیا ایک رکعت وتر شاذ اور غیر معروف ہے؟

جواب: جی ہاں! ''صحیح بخاری ۵۳۱/۱'' پر حضرت معاویہ ؓ کے ایک رکعت وتر پڑھنے اور اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام کے اشکال اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جواب کہ ''وہ صحابی اور فقیہ ہیں ان پر اعتراض نہ کرنا'' کا ذکر ہے، جس سے دو (۲) باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) صحابہ ؓ کے دور میں ایک وتر اجنبی اور غیر معروف سمجھا جاتا تھا اسی وجہ سے تو غلام کو شکایت کرنا پڑی۔

(۲) مجتہد اور فقیہ کو ہر اجتہاد پر اجر ملتا ہے، خواہ وہ شاذ اور غیر معروف کیوں نہ ہو۔ دیکھو یہاں ان پر انکار اور رد نہ کرنے کا عذر یہ بیان فرمایا گیا کہ صحابی اور فقیہ و مجتہد ہیں۔ حضرت علامہ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس واقعہ سے یہی ثابت کیا ہے کہ قرن اول میں ایک وتر شاذ اور غیر معروف تھا۔

(حاشیہ نمبر ۱۱، صحیح بخاری ۵۳۱/۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿غیر مقلدین کا ننگا سر اور ان کے اقوال وفتاوی﴾

سوال : آج کل غیر مقلدین انتہائی اہتمام سے ننگے سر گھومتے پھرتے ہیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کو سنت سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔ ان کا کیا حکم ہے؟

جواب :اس سوال کے جواب میں صرف غیر مقلدین کے مدلل اقوال اور فتاوی کے نقل کو ہم کافی وافی سمجھتے ہیں۔

ابن لعل دین غیر مقلد کی مدلل تحریر : ابن لعل دین غیر مقلد نے چند احادیث نقل کر کے سیاہ پگڑی کو سنت کہا ہے۔ ابن لعل دین لکھتے ہیں: اور یہ اٹل حقیقت ہے کہ عمامہ جو اللہ کے رسول ﷺ باندھا کرتے تھے اس کا رنگ حدیث میں سیاہ مذکور ہوا ہے۔ جیسا کہ جابر ؓ نے کہا: "دَخَلَ النَّبِیُّ ﷺ یَوْمَ الْفَتْحِ وَ عَلَیْہِ عِمَامَۃٌ سَوْدَاءُ" نبی اکرم ﷺ فتح مکہ والے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ پر سیاہ پگڑی تھی (مسلم، ابوداود، ابن ماجہ، ترمذی، احمد، دارمی)

"عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَیْثٍ ؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَیْہِ عِمَامَۃٌ سَوْدَاءُ" ابو داؤد میں اس طرح ہے "رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ عَلَی الْمِنْبَرِ وَعَلَیْہِ عِمَامَۃٌ سَوْدَاءُ قَدْ اَرْخٰی طَرْفَھَا بَیْنَ کَتِفَیْہِ"

عمرو بن حریث ؓ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو منبر پر دیکھا آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور آپ ﷺ کے سر پر سیاہ پگڑی تھی آپ ﷺ نے اس کے شملہ کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا (مسلم، ابن ماجہ، ابوداود، شمائل ترمذی)

مذکور الصدر احادیث سے معلوم ہوا کہ سیاہ عمامہ باندھنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ (میٹھی میٹھی سنتیں یا۔۔۔۔۔ص ۱۸۴، ۱۸۵)

(اس سنت پر کوئی غیر مقلد عمل کرنے کو تیار نہیں بلکہ عمل کو جائز ہی نہیں سمجھتے، کیوں؟ اس سنت سے بغاوت کیوں؟ احمد ممتاز)

﴿ فتاوی علمائے اہل حدیث ﴾

۱۔ تعصب، لاپرواہی اور فیشن کی بنا پر ایسا کرنا (یعنی سر ننگا رکھنا) صحیح نہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے خود یہ عمل نہیں کیا۔

۲۔ کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری جس سے اس عادت (ننگا سر) کا جواز ثابت ہو۔

۳۔ سنت اور استحباب ظاہر نہیں ہوتا۔

۴۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا جب اللہ تعالی نے وسعت دی ہے تو نماز میں بھی وسعت سے کام لینا چاہیے۔

۵۔ غرض کسی حدیث میں بھی بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں، محض بے عملی یا بدعملی یا کسل کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں، العیاذ باللہ۔

۶۔ کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا یا قصد سے ہوگا یا قلت عقل سے۔

۷۔ ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل وفراست سے متعلق ہے، اگر اس جنس لطیف سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔

۸۔ ابتدائی عہد اسلام کو چھوڑ کر جبکہ کپڑوں کی قلت تھی، اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری جس میں بصراحت یہ مذکور ہو کہ نبی ﷺ یا صحابہ کرام ؓ نے مسجد میں اور وہ بھی نماز با جماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو چہ جائیکہ معمول بنالیا ہو اس لئے اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہئے۔

۹۔ اگر تعبد اور خضوع اور خشوع کے لئے عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاری کے ساتھ تشبہ ہوگا۔

۱۰۔ اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے تعبد وخضوع اور خشوع کی علامت نہیں اگر کسل اور سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہو گا۔ "وَلَا یَأْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اِلَّا وَھُمْ کُسَالٰی" (نماز کو آتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر) غرض ہر لحاظ سے ناپسندیدہ عمل ہے۔ (فتاوی علمائے اہلحدیث المجلد الرابع وغیرہ بحوالہ تحفہ اہلحدیث ص ۱۴)

﴿ کچھ سوالات واستفسارات ﴾

۱۔ سنا ہے کہ غیر مقلدین کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام غیر مقلد علماء اور مناظرین نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں انہوں نے قرآن وحدیث کے خلاف لکھ کر عوام الناس کو دھوکہ دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب کسی غیر مقلد سے کہا جاتا ہے کہ یہ بات تمہارے ہی عالم نے لکھی ہے تو فوراً انکار کر جاتا ہے کہ غلط لکھا ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

۲۔ ابن لعل دین احادیث کے حوالہ سے سیاہ پگڑی کی جو سنیت ثابت کی ہے یہ صحیح ہے یا پگڑی کے دشمنوں کا عمل درست ہے؟

۳۔ جو شخص ننگے سر رہنے اور نماز پڑھنے کو دین وشریعت اور حق کی علامت کہتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

٤۔ اوپر نمبر ۸ میں غیر مقلد عالم نے کہا ہے کہ مجھے مسجد میں باجماعت ننگے سر نماز پڑھنے کی کوئی صریح روایت نہیں ملی، کیا آج مل گئی ہے؟

٥۔ فتاوی علماء اہل حدیث جلد سوم کے آغاز میں اس فتاوی کے متعلق لکھا ہے جو کچھ پیش کیا گیا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ اگر کوئی مندرجہ بالا دس حوالوں میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو یہ قرآن وحدیث کا انکار ہوگا یا نہیں؟

٦۔ ننگے سر نماز پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب یا مباح؟

۷۔ اگر کسی نے ٹوپی یا پگڑی سے نماز پڑھی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ سجدہ سہو واجب ہوگا یا نماز مکروہ ہو جائے گی؟

۸۔ غیر مقلدین کی مساجد میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ امام سر ڈھانک کر نماز پڑھاتا ہے ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس کا عمل حدیث کے موافق ہے یا مخالف؟ اس کو امامت سے ہٹانا کمیٹی پر فرض ہے یا نہیں؟

۹۔ غیر مقلد مفتی صاحب نے نمبر ۵ میں جو لکھا ہے کہ بلا عمامہ ننگے سر نماز پڑھنے کی عادت بنالینا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ اس مفتی صاحب نے جھوٹ لکھا ہے یا سچ؟ اگر جھوٹ لکھا ہے جیسے کہ آجکل کے غیر مقلدین کا عمل بتا رہا ہے تو اس

جھوٹ سے یہ گمراہ ہوا یا نہیں؟ اگر سچ ہے تو عمل سے رکاوٹ کیا ہے؟

۱۰۔ ابتداء اسلام کو چھوڑ کر جس میں کپڑوں کی قلت تھی، اس کے بعد کپڑوں کی وسعت کے زمانہ میں جن صحابہ ؓ نے ننگے سر نماز پڑھنے اور ادھر ادھر ننگے سر گھومنے کا معمول بنایا ہو، ان کے نام بتائیے۔

ان دس سوالوں کا جواب قرآن کریم کی صریح آیت یا صحیح صریح، غیر متعارض حدیث سے دینا لازم ہے۔ قیاس شیطان کا کام ہے اور تقلید شرک ہے اور بے سند گفتگو بے دینی ہے اور جواب نہ دینا گونگے شیطان کا شیوہ ہے لہذا ان تمام عیوب ونقائص سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے منصب کے مطابق جواب دیجئے گا۔

﴿دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا﴾

سوال: کیا دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا بدعت ہے؟

جواب: دونوں ہاتھوں سے مصافحہ ثابت اور مستحب ہے۔ اسے بدعت کہنا بہت بڑی جہالت اور گمراہی ہے۔

☆☆ دلائل مصافحہ بالیدین ☆☆

دلیل نمبر (١): قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ ؓ: عَلَّمَنِی النَّبِیُّ ﷺ التَّشَهُّدَ وَكَفِّیْ بَیْنَ كَفَّیْهِ. (صحیح البخاری ٢/٩٢٦، الصحیح لمسلم ١٧٣/١، سنن النسائی ١٧٥/١)

"حضرت ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی ایسی حالت میں کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا"۔

اشکال: اس میں تو تعلیم کے وقت مصافحہ کا ذکر ہے اس سے ملاقات کے وقت کا مصافحہ ثابت کرنا جہالت اور ظلم ہے۔۔۔

جواب: درج ذیل حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس حدیث سے مطلق مصافحہ کو ثابت کیا ہے، خواہ تعلیم کے وقت ہو یا ملاقات کے وقت۔

(١) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ، کیونکہ انہوں نے اس حدیث کو "بَابُ الْمُصَافَحَةِ" اور "بَابُ الْأَخْذِ بِالْيَدَيْنِ" میں لاکر مصافحہ اور وہ بھی دونوں ہاتھوں سے کرنے پر استدلال کیا ہے۔

(٢) جبل الحدیث حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ

(٣) محدث کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

(٤) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

(٥) شارح بخاری حافظ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ

یہ حضرات محدثین بخاری شریف کی شرح لکھنے والے ہیں، ان سب نے اس مقام پر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استدلال کو تسلیم کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں لکھا کہ یہ مصافحہ تعلیم کے وقت کا ہے اس سے مطلق مصافحہ کو ثابت کرنا غلط اور امام بخاری کی خطا ہے۔

قارئین کرام! کیا یہ پانچوں محدثین ظالم اور جاہل تھے (نعوذ باللہ من ذلک)

تنبیہ: اگر لامذہبوں میں ہمت ہو تو اجلہ اور نامور محدثین میں سے پانچ نہیں صرف دو (٢) کا حوالہ پیش کریں جنہوں نے اس استدلال کو غلط قرار دیکر اسے ظلم اور جہالت کہا ہو، جیسے ہم نے دو نہیں پانچ عادل اور نامور

محدثین سے اس کو ثابت کیا ہے۔

سوال : مولوی عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ اس سے وہ مصافحہ جو ملاقات کے وقت کیا جاتا ہے مراد نہیں الخ (مجموعۃ الفتاوی)

جواب : اس کے دو جواب ہیں (۱) جن حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہم نے نام لیا ہے یہ ان کے ہم پلہ نہیں۔ لہذا ان کی فہم اور سمجھ کے مقابلے میں ان کی سمجھ کا اعتبار نہیں۔

(۲) علامہ لکھنوئی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت تمہارے لئے کچھ مفید نہیں کیونکہ مولانا فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جو مصافحہ ہے وہ تعلیم کے وقت کا مصافحہ ہے ملاقات کے وقت کا مصافحہ نہیں، اور یہ بات صحیح ہے اور سب مانتے ہیں کہ تشہد کی تعلیم کے وقت یہ مصافحہ تھا۔ اس کا کوئی منکر نہیں اور نہ اس میں اختلاف ہے۔ محل اختلاف تو یہ ہے کہ اس مصافحہ تعلیمیہ سے مطلق اور بوقت ملاقات مصافحہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ علامہ لکھنوئی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس استدلال کا انکار نہیں کیا۔ لہذا ان کا قول ہمارے خلاف، عقل و دانش سے عاری اور بصیرت کا دشمن ہی پیش کر سکتا ہے۔

اشکال : اس سے اگر ملاقات کے وقت کا مصافحہ تسلیم کر لیا جائے تو اس سے تین ہاتھوں کا مصافحہ ثابت ہوگا ایک کے دو ہاتھ اور دوسرے کا ایک ہاتھ جبکہ تم چار ہاتھوں کے مصافحہ کو اس سے ثابت کرتے ہو۔

جواب : اس کے کئی جواب ہیں۔ (۱) کسی حدیث میں حضرت

عبداللہ ابن مسعود ؓ کے دوسرے ہاتھ کی نفی نہیں، کہ آپ ﷺ کے دو ہاتھ تھے اور اُن کا ایک تھا اور ایک نہ تھا۔

(۲) یہ کہنا کہ آپ ﷺ کے دو ہاتھ تھے اور ابن مسعود ؓ کا ایک ہاتھ تھا، عقل و درایت اور محبت رسول ﷺ کے خلاف ہے کیونکہ کس کا دل مانتا ہے کہ آپ ﷺ نے مصافحہ کے لئے دونوں مبارک ہاتھ بڑھائے ہوں اور ابن مسعود ؓ نے صرف ایک ہی ہاتھ بڑھایا ہو، عرف اور عادت الناس اس پر شاہد ہے کہ ہمیشہ سے جب بھی چھوٹا بڑے کو کچھ پکڑاتا ہے تو دونوں ہاتھ سے ادب سمجھ کر پکڑاتا ہے اور جب مصافحہ کرتا ہے تو دونوں ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کرنے کو ادب اور احترام سمجھتا ہے۔ حضرت ابن مسعود ؓ سے ہرگز ہرگز یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے ادب واحترام کے راستے کو چھوڑ کر صرف ایک ہاتھ دیا ہو۔

(۳) اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ کی دونوں ہتھیلیوں کا ذکر صراحۃً ہے اور ابن مسعود ؓ کی دونوں ہتھیلیوں کا ذکر دلالۃً ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب آدمی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتا ہے تو ایک ہاتھ کے دونوں طرف دوسرے کی ہتھیلیاں لگتی ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اپنے ایک ہاتھ کی یہ خوبی بیان فرمارہے ہیں کہ میرے اس ہاتھ کے دونوں طرف حضرت رسول اکرم ﷺ کی مبارک ہتھیلیاں لگی تھیں۔ ان کا مقصد "کَفِّی بَیْنَ کَفَّیْهِ" سے اپنے اس ہاتھ کی یہی خوبی بیان کرنا ہے، اپنے دوسرے ہاتھ کی نفی کرنا نہیں یعنی ان کا مقصد یہ بتانا نہیں کہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور میں نے ایک ہاتھ سے کیا، اور دوسرے ہاتھ کو الگ دور رکھا تھا۔

لطیفہ : حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میں نے ایک غیر مقلد دوست کو بخاری شریف سے دو ہاتھ سے مصافحہ والی حدیث دکھائی تو تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا: ''اگر چہ آنحضرت ﷺ کے مصافحہ میں دو ہاتھ تھے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تو ایک ہی ہاتھ تھا، میں نبی تو نہیں کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کروں، میں یہاں نبی کی بجائے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اتباع کرونگا''۔ (مولانا فرماتے ہیں) میں نے کہا: جس طرح تم نبی نہیں ایسے ہی تم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح صحابی بھی نہیں ہو کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرو، اسی لئے تم صرف انگوٹھا ملا کر مصافحہ کر لیا کرو تا کہ نہ تمہارے نبی ہونے کا شبہ ہو نہ صحابی ہونے کا۔ میں نے کہا کسی حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دوسرے ہاتھ کی نفی نہیں ہے''۔ (رسائل ۳/۵۰)

دلیل نمبر (۲) : أَخْرَجَ الْإِمَامُ الْبُخَارِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِيَدَيْهِ. (صحیح البخاری ۲/۹۲۶)

یعنی محدث عظیم حضرت حماد رحمہ اللہ تعالیٰ نے محدث جلیل حضرت ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

سوال : حماد اور ابن مبارک کو جس طرح حنفیہ کبار ائمہ اور جبال الحدیث میں شمار کرتے ہیں، کیا واقعۃً یہ دونوں اپنے زمانے کے عظیم اور بڑے محدثین اور علماء میں سے تھے؟ اگر یہ بات سچ ہے اور حقیقت ہے تو باحوالہ بیان کیجیے اور ہم سے دو ہاتھ سے مصافحہ کا اقرار کیجیے۔

جواب : منہ مانگا حوالہ لیجیے اور اپنے قول کے مطابق استحباب کا قائل ہو جائیے۔

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ رحمہ اللہ تعالیٰ : اَلْاَئِمَّةُ اَرْبَعَةٌ مَالِكٌ وَّ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَّ ابْنُ الْمُبَارَكِ. (تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۷۵)

یعنی تمام محدثین کے امام چار ہیں، ان چار میں سے دو حماد اور ابن مبارک رحمہما اللہ تعالیٰ ہیں۔

سوال : ہمارے غیر مقلد علماء کہتے اور لکھتے ہیں کہ دو ہاتھ سے مصافحہ حدیث کے خلاف ہے۔ تو ان دو عظیم محدثین کو اس کا علم کیونکر نہ ہوا کہ ہمارا یہ عمل حدیث کے خلاف ہے؟ نیز جن محدثین کے سامنے ان دونوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا انہوں نے ان پر انکار اور اعتراض کیوں نہیں کیا کہ یہ عمل فلاں حدیث کے خلاف ہے؟ نیز امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مصافحہ کو جب محدثین کے سامنے بیان کیا اور کتاب میں لکھ کر شائع کیا تو محدثین نے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ پر یہ اعتراض کیوں نہیں کیا کہ ان کا عمل فلاں حدیث کے خلاف ہے پھر آپ کیوں بیان کر رہے ہو اور اپنی صحیح بخاری میں لکھ کر کیوں شائع کر رہے ہو؟ نیز امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے محدث جن کو لاکھوں حدیثیں یاد تھیں انہوں نے اس عمل کو حدیث کے خلاف کیوں نہیں سمجھا؟ نیز اگر اس محدث کا نام اور سنہ ولادت و وفات بتا دیا جائے جس نے سب سے پہلے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے عمل کو حدیث کے خلاف سمجھ کر

اس پر رد کیا ہو، تو بہت اچھا ہوگا۔ کیونکہ ہمارے لئے موازنہ اور پرکھنا آسان ہو جائے گا کہ انکار نہ کرنے والے کس صدی اور کتنے بڑے محدث اور نیک و پرہیزگار ہیں اور یہ انکار اور رد کرنے والا کس پایہ کا ہے تاکہ ہمارے لئے ترجیح دینے میں آسانی ہو۔

جواب : جناب ! اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ کا یہ سوال انصاف اور حق پر مبنی ہے، لیکن یہ سوال ہمارے بجائے اپنے غیر مقلد علماء سے کیجئے اس لئے کہ مدعی وہ ہیں۔ ہم نے نہ اس کو حدیث کے خلاف کہا ہے نہ کہتے ہیں۔ البتہ جو کہنے والے ہیں ان سے ضرور جواب طلب کیجئے۔

سوال : ہمارے غیر مقلد علماء فرماتے ہیں کہ احادیث میں "یدٌ" کا لفظ مفرد آیا ہے اور لغت میں مصافحہ کی تعریف "الأخذُ بِاليد" اور "وضعُ صفحِ الكفّ في صفحِ الكفّ" سے کی گئی ہے جس میں "ید" اور "کف" مفرد استعمال ہوا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ مصافحہ صرف ایک ہاتھ سے کیا جائے گا۔ حنفیہ اس معقول استدلال کو کیوں نہیں مانتے؟

جواب : اس کے دو جواب ملاحظہ فرمائیں (١) اگر یہ استدلال معقول ہوتا تو امام بخاری، حماد، ابن مبارک وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے محدثین اس استدلال کو ضرور سمجھتے اور فرماتے کہ دو ہاتھ سے مصافحہ حدیث کے خلاف ہے، لغت کے خلاف ہے اسلئے ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔ لیکن ان میں

سے کسی ایک نے بھی یوں نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ استدلال انتہائی درجہ نامعقول ہے۔

(٢) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں "ید" مفرد بطور جنس استعمال ہوا ہے اس سے مراد دونوں ہاتھ ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ انسان کے جسم میں جو اعضاء دو دو ہیں ان میں لفظ مفرد بطور جنس بولا جاتا ہے مراد دونوں اعضاء ہوتے ہیں۔ مثلاً

(١) قرآن کریم میں یہ آیت ہے "وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ"، یہاں "يد" مفرد ہے لیکن سب مانتے ہیں کہ ایک ہاتھ مراد نہیں بلکہ دونوں ہاتھ مراد ہیں۔

(٢) ایک حدیث میں ہے "مَنْ رَّأَىٰ مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ" یہاں اس حدیث میں بھی "يد" کا لفظ مفرد ہے لیکن مراد عام ہے، جہاں تغییر منکر کے لئے دونوں ہاتھوں کا استعمال ہوگا تو بھی عمل بالحدیث ہوگا۔ کسی پاگل نے آج تک اس حدیث کے لفظ مفرد سے دوسرے ہاتھ کے استعمال ناجائز ہونے اور حدیث کے خلاف ہونے کا حکم نہیں لگایا۔

(٣) حدیث ہے "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ" کیا یہاں "يد" کے مفرد ہونے سے یہ کہنا جائز ہے کہ ایک ہاتھ سے مسلمان کو تکلیف دینا جائز نہیں، دونوں ہاتھوں سے جائز ہے۔ جو دونوں ہاتھوں سے پٹائی کو ناجائز کہتے ہیں وہ اس حدیث کے خلاف کہتے ہیں۔

تنبیہ : لغت میں مصافحہ کی تعریف میں دو چیزوں کا ذکر ہے، ایک "الأخذ بالید" اور دوسری ''ہتھیلی سے ہتھیلی ملانا''۔ اور مصافحہ بالیدین ہی میں یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں کیونکہ اس مصافحہ میں دونوں کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلیاں آپس میں مل جاتی ہیں اور ہر ایک بائیں ہاتھ سے دوسرے کا دایاں پکڑتا ہے۔ نیز اگر ''اخذ'' اور ''وضع الکف'' کا تعلق صرف ایک ہاتھ سے تسلیم کرلیا جائے تو بھی بائیں ہاتھ کے ملانے سے اس ''اخذ و وضع'' میں کوئی ایسا نقص نہیں آتا جس سے مصافحہ کا معنی باطل ہوجائے۔

لہٰذا لغت کی یہ تعریف ہمارے خلاف نہیں۔

دلیل نمبر (۳) : قَالَ أَبُوْ أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ: "تَمَامُ التَّحِيَّةِ الْأَخْذُ بِالْيَدِ وَالْمُصَافَحَةُ بِالْيُمْنٰى". (فتاوی نذیریہ ۴۲۳/۳)

اس میں واو عاطفہ ہے "وَالْأَصْلُ فِي الْعَطْفِ الْمُغَايَرَةُ" لہٰذا یہ روایت دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی صریح دلیل ہے اس لئے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی صورت میں ہی جانبین کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے ملتی ہے اور بائیں ہاتھ سے دوسرے کے دائیں ہاتھ کو پکڑا جاتا ہے۔ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے کے ہاتھ کی ہتھیلی سے نہیں ملتی۔

سوال : کیا غیر مقلدین کے پاس کوئی ایسی حدیث ہے جس میں دائیں ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر ہو اور بائیں ہاتھ کی نفی ہو؟

جواب : حدیث صحیح تو درکنار ان کے پاس کسی ایک محدث کا عمل

بھی نہیں ہے ورنہ پیش کریں، جیسے ہم نے صحیح بخاری کے حوالہ سے دو بڑے درجے کے محدثین کا عمل پیش کیا ہے۔ اگر ان میں ہمت ہے تو صحیح بخاری نہ سہی صحاح ستہ میں سے کسی محدث کا عمل بتائیں جس نے دایاں ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھایا ہو اور بائیں ہاتھ کو پشت کی طرف الگ کیا ہو۔

☆☆☆☆

اہم امور ایک نظر میں

- کیا فرشتے رکوع کے وقت رفع کرتے ہیں؟ (نہیں)
- حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم رکوع کے وقت رفع کرتے تھے؟ (نہیں)
- حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم رکوع کے وقت رفع کرتے تھے؟ (نہیں)
- حضرات پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم رکوع کے وقت رفع کرتے تھے؟ (نہیں)
- حضرات چار سو صحابہ رضی اللہ عنہم رکوع کے وقت رفع کرتے تھے؟ (نہیں)
- حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے رفع سے رجوع فرمایا ہے؟ (ہاں)
- اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل بھی ترک رفع ہی کا تھا۔
- رفع الیدین کی احادیث منسوخ ہیں۔
- آپ ﷺ کا آخری عمل ترک رفع ہی کا تھا۔

مکتبۃ البُخاری کی چند دیگر مطبوعات